معاشرتی علوم

چھٹی جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ

معاشرتی علوم

چھٹی جماعت کے لیے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ

ناشر

نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

تیار کردہ، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو سندھ۔

منظور شدہ: محکمۂ تعلیم حکومتِ سندھ۔ بطور واحد نصابی کتاب برائے مدارس صوبۂ سندھ
قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ

مصنف
ایڈگر وکٹر
روبی رخشندہ

نگراں
قائم الدین بلال

مطبوعہ: رشید سنز پرنٹر کراچی

فہرست مضامین

چوتھا باب

پانچواں باب

جنوبی ایشیا کی آبادی

چھٹا باب

مسلمانوں کی آمد سے پیشتر جنوبی ایشیا کے لوگ

ساتواں باب

جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی آمد

بر اعظم
ایشیا
0 250 500 750 1000 1250 1500
بر اعظم
یورپ
بر اعظم
ایشیا
روس
قازقستان
ترکی
ایران
افغانستان
پاکستان
سعودی عرب
یمن
بھارت
منگولیا
عوامی جمہوریہ چین
مائنمار
لاؤس
تھائی لینڈ
کمبوڈیا
ملائیشیا
انڈونیشیا
فلپائن
جاپان
بحیرۂ عرب
خلیج بنگال
بحر ہند
بحر الکاہل
سری لنکا
آسٹریلیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

جنوبی ایشیا میں پاکستان

زمین کے بہت بڑے قطعے کو جس کے چاروں طرف یا کم از کم تین طرف سمندر ہو اسے برِاعظم کہتے ہیں۔

پوری دنیا میں سات براعظم ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

1- ایشیا 2- یورپ 3- شمالی امریکہ 4- جنوبی امریکہ 5- افریقہ 6- آسٹریلیا 7- انٹارکٹیکا۔

ان تمام برِاعظموں میں رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے برِاعظم ایشیا سب سے بڑا ہے۔ کتاب میں دیے گئے ایشیا کے نقشے کو غور سے دیکھیں تو ایشیا کے جنوب میں مغرب کی جانب پھیلے ہوئے پہاڑوں کے سلسلوں نے ایک بڑے قطعے کو باقی برِاعظموں سے جدا کیا ہوا ہے' جس میں پاکستان' بھارت' سری لنکا' بنگلہ دیش' نیپال' بھوٹان اور جزائر مالدیپ کے ممالک واقع ہیں۔ اس تمام حصّے کو جنوبی ایشیا کا نام دیا جاتا ہے۔

جنوبی ایشیا کا محلِّ وقوع

جنوبی ایشیا کے شمال کی طرف ہمالیہ' قراقرم اور ہندوکش جیسے نام کے دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ ان پہاڑوں سے شمال کی طرف چین اور وسطی ایشیا کے ممالک واقع ہیں۔ جنوبی ایشیا کے مشرق کی طرف میانمار (برما) اور مالیشیا کے ممالک' مغرب کی طرف افغانستان' ایران اور بحیرۂ عرب واقع ہیں۔ جنوب میں بحرِ ہند واقع ہے۔ اس طرح جنوبی ایشیا کا جنوبی اور جنوب مغربی حصہ سمندروں سے اور باقی حصہ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔

محلِّ وقوع کے لحاظ سے جنوبی ایشیا کی اہمیّت

مختلف وجوہات کی بنا پر جنوبی ایشیا کو دنیا بھر میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ محل وقوع کے لحاظ سے ایک طرف یہ سمندروں کے ذریعے دنیا کے تمام ممالک سے ملا ہوا ہے، دوسری طرف خشکی کے راستے وسطی ایشیا کے ممالک سے اس کا براہِ راست رابطہ ہے۔ اس لیے بین الاقوامی سیاست اور تجارت میں یہ خطّہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ دنیا کے مختلف حصّوں کے لیے گزرنے والی اہم سمندری، ہوائی اور زمینی شاہراہیں اس خطّے سے گذرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہاں کی اہمیّت اور بڑھ جاتی ہے۔

جنوبی ایشیا میں دنیا کے بہت گنجان آبادی والے ممالک شامل ہیں۔ یہ ترقی پذیر ممالک ہیں جیسے پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش وغیرہ۔ ان ممالک کے خاص مسائل افلاس اور تعلیم کی کمی اور آبادی کی شرح میں تیز رفتاری کے ساتھ اضافہ ہیں اور خاص طور پر پاکستان میں شرح آبادی کی رفتار سب سے زیادہ ہے۔

تاریخی اعتبار سے بھی یہ خطّہ خصوصی اہمیّت کا حامل رہا ہے۔ دریائے سندھ اور دریائے گنگا کی وادیاں اپنی زرخیزی کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اس خطّے کے شمال مغرب میں کئی درّے مثلاً درۂ خیبر، درۂ بولان وغیرہ تاریخی اہمیّت کے حامل ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں کئی قومیں ان درّوں میں سے آکر جنوبی ایشیا میں آباد ہوتی رہی ہیں۔ دینِ اسلام کی روشنی بھی ان ہی علاقوں سے آنے والے مجاہدین اور اولیاء اللہ نے جنوبی ایشیا میں پھیلائی اور ایک ہزار سال پہلے یہاں مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔

جنوبی ایشیا کے پہاڑوں کی اونچی اور برف پوش چوٹیاں مثلاً ماؤنٹ ایورسٹ، کے۔ ٹو وغیرہ اور کئی بڑے بڑے گلیشیر یعنی برف کے تودے بھی دنیا میں مشہور ہیں۔

جنوبی ایشیا میں پاکستان کا محلِّ وقوع

ہمارا ملک پاکستان جنوبی ایشیا کے مغرب اور شمال مغرب میں واقع ہے۔ پاکستان کے مشرق میں بھارت اور شمال مغرب میں افغانستان اور مغرب میں ایران ہیں۔ اس کے شمال میں چین اور جنوب میں بحیرۂ عرب ہے۔

خطوط طولِ بلد اور خطوط عرضِ بلد کے لحاظ سے پاکستان 23.45 درجے شمالی عرضِ بلد سے 36.75 درجے شمالی عرضِ بلد اور 61 درجے مشرقی طولِ بلد سے 75.5 درجے مشرقی طولِ بلد کے درمیان واقع ہے۔

محلِ وقوع کے لحاظ سے پاکستان کی اہمیّت

پاکستان اپنے محل وقوع کی وجہ سے جنوبی ایشیا میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ چین، بھارت، افغانستان اور ایران اس کے قریبی ہمسائے ہیں۔ تاجکستان بھی پاکستان کا تقریباً ہمسایہ ہے جسے افغانستان کی ایک چھوٹی سی پٹی پاکستان سے جدا کرتی ہے۔ بحری، بری اور فضائی راستوں کے ذریعے پاکستان جنوبی ایشیا کے دوسرے ممالک سے بھی ملا ہوا ہے، جن سے پاکستان کی تجارت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مسلم ممالک کے ساتھ بھی پاکستان کے تعلقات نہایت برادرانہ ہیں۔

پاکستان کے شمال اور مغرب میں کوہ ہمالیہ کا بلند ترین پہاڑی سلسلہ واقع ہے۔ پاکستان کا میدانی علاقہ بھی اپنی زرخیزی کے لیے جنوبی ایشیا میں مشہور ہے۔

سوالات

1 ----- دنیا میں کون کون سے برّاعظم ہیں؟

2 ----- جنوبی ایشیا میں کون کون سے ممالک ہیں؟

3 ----- جنوبی ایشیا کا محلّ وُقوع بیان کریں۔

4 ----- جنوبی ایشیا میں محلِّ وُقوع کے لحاظ سے پاکستان کو کیا اہمیت حاصل ہے؟

5 ----- خالی جگہوں کو درست جوابات سے پر کریں:

i -- رقبے اور آبادی کے لحاظ سے براعظم ---------- سب سے بڑا ہے۔

(یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ)

ii -- ---------- اعتبار سے یہ خطّہ بھی خصوصی اہمیّت کا حامل رہا ہے۔

(سیاسی۔ تجارتی۔ تاریخی)

iii -- پاکستان کے مشرق میں ---------- ہے۔

(بھارت۔ چین۔ ایران)

iv -- پاکستان کا ---------- علاقہ اپنی زرخیزی کے لیے جنوبی ایشیا میں مشہور ہے۔

(ساحلی۔ میدانی۔ ریگستانی)

عملی کام

1 ----- براعظم ایشیا کے نقشے کے خاکے میں جنوبی ایشیا کی حدود دکھائیں۔

2 ----- جنوبی ایشیا کے نقشے کے خاکے میں پاکستان کی حدود دکھائیں۔

دوسرا باب

جنوبی ایشیا کے طبعی خدوخال

زمین کی سطح

زمین اپنی بناوٹ اور سطح کے اعتبار سے ہر جگہ ایک جیسی نہیں ہے۔ کہیں وسیع میدان ہیں تو کہیں اونچے اونچے پہاڑ۔ کہیں ریگستان ہے تو کہیں سرسبز میدان۔

جنوبی ایشیا، براعظم ایشیا کے بہت بڑے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے اس کی سطح زمین ایک جیسی نہیں۔ چنانچہ سطح زمین کے لحاظ سے جنوبی ایشیا کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1- پہاڑ 2- میدان 3- سطح مرتفع 4- صحرا یا ریگستان 5- دریا 6- بحر۔

1- پہاڑ

جنوبی ایشیا میں دنیا کے عظیم ترین پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں کے سلسلوں میں، کوہ ہمالیہ، کوہ قراقرم اور کوہ ہندوکش خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ کوہ ہمالیہ کے سلسلے ایک کمان کی مانند جنوبی ایشیا کے شمال میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان عظیم پہاڑوں کے جنوبی حصے میں چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ جن کو عام طور پر ہمالیہ کی ترائی یا کوہستان شوالک کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ پہاڑی سلسلہ بلند ہونا شروع ہوتا ہے جو ہمالیہ صغیر کہلاتا ہے۔ پاکستان کے مشہور صحت افزا مقامات مری، ایوبیہ، نتھیا گلی، ایبٹ آباد، ٹنڈیانی، کاغان اور بھارت کے صحت افزا مقامات، شملہ، ڈلہوزی، نینی تال اور الموڑہ ان پہاڑوں پر واقع ہیں۔

یہ پہاڑی سلسلہ اوپر جا کر نیپال اور بھوٹان کے زیریں علاقوں تک پھیل جاتا ہے۔ مون سون کے موسم میں ان پہاڑوں پر کافی بارش ہوتی ہے اس لیے ان پہاڑوں پر گھنے جنگلات ہیں۔ عمارتی لکڑی اور بے شمار قیمتی جڑی بوٹیاں ان جنگلات سے حاصل ہوتی ہیں۔ بھارت میں ان علاقوں میں چائے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ پاکستان میں پھل تو کثرت سے پیدا ہوتے ہیں، مگر چائے پیدا نہیں ہوتی۔

جنوبی ایشیا
پہاڑ
کلومیٹر 200 0 200 400 600 کلومیٹر
پہاڑوں کا سلسلہ
سطح مرتفع دکن
دکن کا لاوا
پہاڑ کی چوٹی
درّہ
افغانستان
ایران
چین
میانمار
بحیرۂ عرب
خلیجِ بنگال
بحرِ ہند
سری لنکا
جزائر مالدیپ
پامیر
کوہ ہندوکش
کوہ قراقرم
کوہ کیون لن
کوہ التائی
بیابان کارا
کوہ کیلاش
دریائے برہم پتر
دریائے گوداوری
دریائے کرشنا
دریائے کاویری
دریائے مہاندی
دریائے سندھ
دریائے راوی
دریائے چناب
دریائے جہلم
دریائے ستلج
درۂ خیبر

ہمالیہ کے اس حصّے کے بعد پہاڑوں کی اونچائی بہت بلند ہو جاتی ہے اور ہمالیہ کے بلند ترین سلسلے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس حصّے کو ہمالیہ کبیر یعنی بڑا ہمالیہ کہا جاتا ہے۔ ماؤنٹ ایورسٹ (نیپال)' دھولگری' اینا پورنا (بھارت) اور اس کے علاوہ اور بہت سی برفانی چوٹیاں اس علاقے میں ہیں۔ ماؤنٹ ایورسٹ دنیا کی بلند ترین چوٹی ہے۔ نیپال اور بھوٹان کا بالائی حصّہ اسی میں شامل ہے۔ کوہ ہمالیہ کے شمال مغرب میں اسی کے ساتھ قراقرم کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے۔ ٹو اسی علاقے میں ہے۔ اس سلسلے کو کاٹ کر شاہراہ قراقرم بنائی گئی ہے۔ اس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے کے۔ٹو اور راکا پوشی کی چوٹیاں صاف نظر آتی ہیں۔ قراقرم کی اونچی وادیوں میں بڑے بڑے گلیشیر پائے جاتے ہیں جن میں بلتورا گلیشیر خاص طور پر مشہور ہے۔

پاکستان کا سب سے بڑا دریا سندھ اور اس کے معاون ہمالیہ کبیر سے نکلتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھارت کے دریائے گنگا اور جمنا اور بنگلہ دیش کے دریائے برہم پتر کا منبع بھی اس سلسلے میں ہے۔ برفانی پہاڑوں سے نکلنے کی وجہ سے ان دریاؤں میں پانی سال بھر رہتا ہے۔ جنوبی ایشیا کی خوبصورتی' زرخیزی اور شادابی ان دریاؤں کی وجہ ہی سے ہے۔ سردی کے موسم میں یہ پہاڑ قطب شمالی کی برفانی ہواؤں کو روک کر ایشیا کے میدانوں کو سخت سردی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جنوبی ایشیا کی آب وہوا اور پیداوار پر ان پہاڑوں کا بہت اثر پڑتا ہے۔

کوہ ہمالیہ کی مغربی شاخیں پاکستان کی مغربی سرحد کے ساتھ ساتھ پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے شمالی سلسلے میں کوہ ہندوکش اور کوہ سفید ہیں۔ درمیانی حصّے میں سلسلے کی بلندی قدرے کم ہو جاتی ہے۔ وزیرستان کی پہاڑیاں اور کوہ سلیمان اسی علاقے میں ہیں۔ مزید جنوب میں جاکر صوبۂ سندھ میں اسے کھیر تھر کا پہاڑی علاقہ کہا جاتا ہے۔ مغربی شاخوں میں کوہ ہندوکش سب سے بلند ہے' اس کی بہت سی چوٹیاں تمام سال برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ سب سے اونچی چوٹی کا نام ترچ میر ہے۔ ان پہاڑوں میں بہت سے درّے ہیں جن میں درۂ خیبر' بولان اور لواری قابلِ ذکر ہیں۔ درۂ خیبر پشاور کے اور بولان کوئٹہ کے قریب ہے۔ ان درّوں کے ذریعے آمدورفت اور تجارت ہوتی ہے۔

کوہ ہمالیہ کی مشرقی شاخوں کو کھاسی اور گارو کا پہاڑی سلسلہ کہا جاتا ہے۔ شمالی پہاڑوں کے مقابلے میں اس سلسلے کی اونچائی بہت کم ہے۔ بھارت کے صوبے آسام سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ بنگلہ دیش میں چٹاگانگ تک پھیلا ہوا ہے۔

سری لنکا کے جنوب میں ایک پہاڑی سلسلہ ہے۔ مشہور آدم کی چوٹی بھی اسی سلسلے میں ہے۔
سری لنکا کی سب سے اونچی چوٹی کا نام پدوروتالا گالا ہے۔ ان پہاڑوں پر چائے کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔

2- میدان

جنوبی ایشیا میں دنیا کے مشہور دریائی میدان ہیں۔ یہ میدان کوہ ہمالیہ اور سطح مرتفع دکن کے درمیان ہیں۔ یہ میدانی علاقے دریائے سندھ (پاکستان)، دریائے گنگا (بھارت) اور دریائے برہم پتر (بنگلہ دیش) کی خوبصورت اور زرخیز وادیاں ہیں۔

دریائی میدانوں کے علاوہ ساحل کے ساتھ ساتھ بھی کچھ میدانی علاقے ہیں۔

i- سندھ کے میدانی علاقے:

دریائے سندھ کے طاس کا میدانی علاقہ دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس میدان کو دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا جہلم، چناب، راوی اور ستلج سیراب کرتے ہیں۔

ان میدانی علاقوں کو دریاؤں کی لائی ہوئی مٹی نے بنایا ہے۔ یہ دریا سال بھر بہتے ہیں۔ زرخیز مٹی اور پانی کی وجہ سے یہ وادی دنیا بھر میں مشہور ہے۔ دریائے سندھ کی وادی کی نہریں دنیا بھر میں اپنی مثال نہیں رکھتیں۔

ii- گنگا کے میدانی علاقے:

دریائے گنگا کے میدانی علاقے بھارت میں ہیں۔ دریا کے ساتھ ساتھ یہ علاقے مغرب سے مشرق کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اس میدانی علاقے کو دریائے گنگا اور اس کے معاون دریاؤں نے بنایا ہے۔ اس میں بہنے والے تمام دریا سال بھر بہتے ہیں۔ یہ میدان بھارت کا زرخیز ترین علاقہ ہے۔ شمالی بھارت کے تمام گنجان آباد علاقے اسی میدانی حصے میں ہیں۔

iii- برہم پتر کے میدانی علاقے:

دریائے برہم پتر کا میدانی علاقہ زیادہ وسیع نہیں۔ بنگلہ دیش میں بارش کی فراوانی کی وجہ سے اس دریا کا نشیبی علاقہ دلدل بن جاتا ہے۔ شمالی علاقے میں پٹ سن کی کاشت ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ بنگلہ دیش

کے دوسرے ندی نالوں کے آس پاس کچھ میدانی علاقے ہیں۔

iv- ساحلی میدانی علاقے:

پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش اور سری لنکا کے ساحل کے ساتھ ساتھ کچھ میدانی علاقے ہیں۔ پاکستان کا ساحلی علاقہ مکران سے کراچی تک پھیلا ہوا ہے۔ سمندر سے نزدیکی اور بارش کی کمی کی وجہ سے زراعت ممکن نہیں تاہم ساحل کے ساتھ ساتھ ناریل کے درخت لگانے کا تجربہ کامیاب ہوتا نظر آتا ہے۔

بھارت کے مغربی اور مشرقی ساحل پر مغربی گھاٹ اور مشرقی گھاٹ کے ساحلی علاقے ہیں۔ یہ دونوں علاقے کافی زرخیز ہیں۔ مغربی گھاٹ خاص طور پر بارشوں کی وجہ سے نہایت زرخیز ہے۔ ممبئی اور پونا اسی علاقے میں واقع ہیں۔

بنگلہ دیش میں ساحلی میدان دریائے گنگا اور برہم پتر کے زیریں علاقوں میں ہیں جن کو سندربن کہا جاتا ہے۔ یہاں پر گھنے جنگل ہیں۔ برسات کے موسم میں یہاں پر پانی کھڑا ہو جاتا ہے اور کہیں کہیں دلدل بن جاتی ہے۔

سری لنکا میں ساحل کے ساتھ میدانی علاقے ہیں۔ جنوب مغرب کی جانب میدانی علاقہ زیادہ ہے اس علاقے میں چاول اور ناریل کی کاشت ہوتی ہے۔

جزائر مالدیپ کے علاقوں میں بھی چاول اور ناریل کی کاشت ہوتی ہے۔

3- سطح مرتفع

جنوبی ایشیا میں سطح مرتفع کے تین مشہور خطے ہیں۔ بھارت میں ایک خطہ ہے جس کو دکن کی سطح مرتفع کہتے ہیں۔ جب کہ پاکستان کے دو حصّوں کو سطح مرتفع پوٹھوہار اور سطح مرتفع بلوچستان کہتے ہیں۔

i- سطح مرتفع پوٹھوہار:

پوٹھوہار کا علاقہ دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔ بارش کی کمی کی وجہ سے یہ علاقہ خشک ہے۔ عام طور پر ندی نالے سطح زمین سے گہرے ہیں۔ زمین کی سطح ناہموار ہے اور کہیں کہیں گہری دراڑیں بھی ہیں جن کی وجہ سے کھیتی باڑی کافی مشکل ہے۔ پاکستان کا یہ حصّہ معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے جن میں کوئلہ، نمک، جپسم اور معدنی تیل قابل ذکر ہیں۔

ii- سطح مرتفع بلوچستان:

سطح مرتفع بلوچستان ایک وسیع رقبے پر پاکستان کے جنوب مغربی حصّے میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ علاقہ مون سون کی زد میں نہیں آتا' اس لیے عام طور پر خشک ہے۔ شمالی حصّے میں ریگستان ہے اور باقی حصّے میں پتھریلی زمین ہے۔ مناسب جگہوں پر زمین دوز نالیوں کی مدد سے کاشت کی جاتی ہے۔ ان زمین دوز نالیوں کو کاریز کہتے ہیں۔ یہاں پر معدنیات کی کثرت ہے جن میں قدرتی گیس' کرومائیٹ' کوئلہ اور تانبہ قابل ذکر ہیں۔ یہاں سردیوں میں بارش ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں پر بحیرۂ روم کے ساحلی علاقوں میں پیدا ہونے والے پھل کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔

iii- دکن کی سطح مرتفع:

یہ سطح مرتفع بھارت کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کے تینوں طرف پہاڑ ہیں۔ شمال میں ست پڑا اور وندھیا چل اسے شمالی بھارت سے جدا کرتے ہیں۔ مغرب میں مغربی گھاٹ اور مشرق میں مشرقی گھاٹ کا پہاڑی سلسلہ ہے۔ پہاڑوں سے گھرا ہوا ہونے کے باعث اس کے وسطی حصّوں میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ یہاں کی سیاہ مٹی' کپاس کی کاشت کے لیے بے حد کار آمد ہے۔ اس کے مغربی حصّے میں مغربی گھاٹ کے اونچے پہاڑ ہیں جہاں بارش کی کثرت سے گھنے جنگلات ہیں۔ مشرقی گھاٹ کے پہاڑ قدرے کم اونچے ہیں۔ ان پہاڑوں کی طرف خلیج بنگال کی ہوائیں کم آتی ہیں' اس لیے بارش بھی کم ہے۔ اس سطح مرتفع کے جنوب کی طرف اونچائی زیادہ ہے۔ جہاں آب پاشی ممکن ہے' وہاں لوگوں کا پیشہ زراعت ہے۔ یہاں کی معدنی دولت میں کوئلہ' سونا اور مینگنیز قابل ذکر ہیں۔

4- صحرا یا ریگستان:

ریگستان زمین کا ایسا علاقہ ہے جہاں کم سے کم بارش ہوتی ہے۔ پاکستان کے دو بڑے حصّے ریگستان ہیں۔ مشرقی حصّے میں تھر کا بہت بڑا ریگستان ہے۔ یہ ریگستان مشرق کی جانب جاکر بھارت کے وسیع ریگستانی علاقے راجستھان سے مل جاتا ہے۔ سندھ کا بہت بڑا حصّہ اس ریگستان کا حصّہ ہے۔ پاکستان کی بہاولپور ڈویژن میں اس ریگستان کو چولستان کہا جاتا ہے۔ پاکستان کے دوسرے صحرا کو تھل کا ریگستان کہتے ہیں۔ ان ریگستانوں میں جگہ جگہ ریت کے ٹیلے نظر آتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکا ہے دریائی نہروں کی مدد سے ان ریگستانوں کا بہت سا علاقہ زیر کاشت لایا گیا ہے۔ تاہم بہت بڑا حصّہ اب بھی غیر آباد ہے۔

جنوبی ایشیا
دریا
کوہ ہندوکش
درہ خیبر
کوہ قراقرم
کے ٹو
عوامی جمہوریہ چین
درہ بولان
پاکستان
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے راوی
دریائے ستلج
دریائے سندھ
صحرائے تھر
رن کچھ
بھارت
نیپال
بھوٹان
بنگلہ دیش
دریائے برہم پتر
دریائے گنگا
دریائے جمنا
کوہ وندھیاچل
کوہ ست پڑا
دریائے تاپتی
دریائے گوداوری
دریائے کرشنا
دریائے کاویری
میانمار
بحیرہ عرب
خلیج بنگال
جزائر
انڈمان
نکوبار
پل آدم
سری لنکا
جزائر مالدیپ
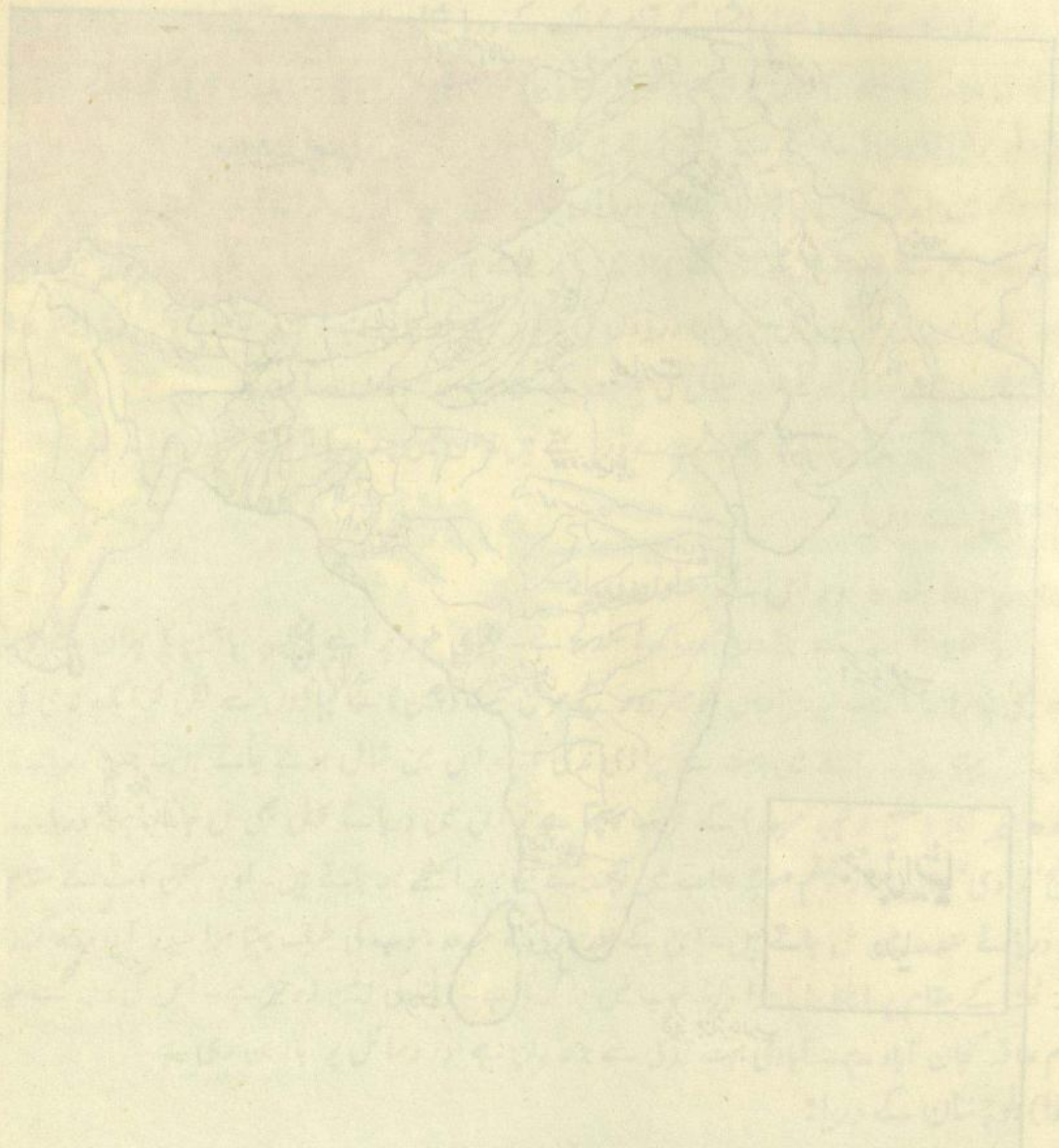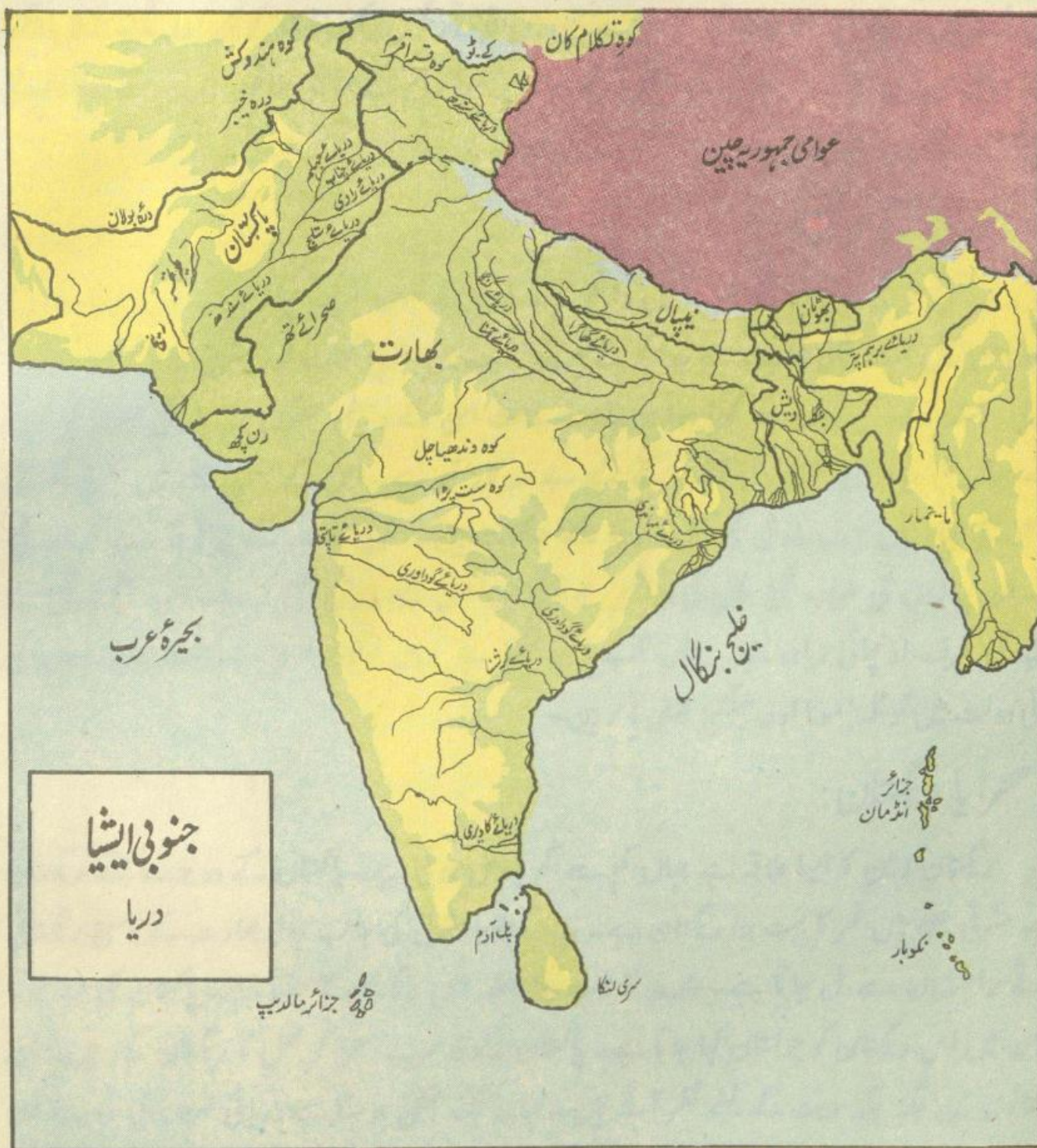
بنگلہ دیش' نیپال' بھوٹان' سری لنکا اور مالدیپ میں بارش کی کثرت کی بنا پر کوئی ریگستان نہیں۔

5- دریا

سری لنکا کے علاوہ جنوبی ایشیا کے تمام ممالک کے دریا شمالی پہاڑوں سے آتے ہیں۔ بہت زیادہ بلند ہونے کی وجہ سے ان پہاڑوں پر ہمیشہ برف باری یا بارش ہوتی رہتی ہے۔ پہاڑوں میں برف کے تودے اندرونی گرمی اور دباؤ کے وجہ سے پگھلتے رہتے ہیں۔ گرمیوں میں سورج کی تپش برف پگھلا دیتی ہے۔ بارش کے موسم میں بارش کا پانی پہاڑوں سے ان دریاؤں کے ذریعے میدانوں کی طرف آتا ہے۔ اس لیے یہ تمام دریا سال بھر بہتے رہتے ہیں۔ ان کے بہاؤ میں آکر بڑے بڑے پتھر' کنکر اور مٹی میدانی علاقوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ میدانی علاقوں میں آکر ان دریاؤں کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر آکر دریا ڈیلٹا بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ ڈیلٹے کا علاقہ چاول کی کاشت کے لیے بے حد موزوں ہوتا ہے۔

جنوبی ایشیا میں بہت سے چھوٹے بڑے دریا بہتے ہیں۔ ان میں چند دریا تو بہت مشہور ہیں۔

پاکستان کے دریا

(i) دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا:

پاکستان کا سب سے بڑا دریا' دریائے سندھ ہے۔ مقامی طور پر اسے اٹک' اباسین یا مہران کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ ہزاروں کلومیٹر دور سطح مرتفع تبت (چین) کے پہاڑوں سے نکل کر ایک ندی کی شکل میں بہتا ہے۔ راستے میں بہت سے پہاڑی ندی نالے اس میں شامل ہوتے جاتے ہیں۔ جب دریائے سندھ خیر آباد (ضلع نوشہرہ سرحد) کے قریب پہنچتا ہے تو اس میں دریائے کابل بھی مل جاتا ہے۔ دریائے ستلج' راوی' چناب اور جہلم صوبۂ پنجاب میں پنجند کے مقام پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور مٹھن کوٹ کے مقام پر دریائے سندھ میں مل جاتے ہیں۔ اس کے بعد دریائے سندھ جنوب کی طرف بہتا ہوا حیدر آباد سے گزر کر ٹھٹہ کے مقام پر ڈیلٹا بناتا ہوا بحیرۂ عرب میں جا گرتا ہے۔ ڈیلٹا کی زمین زرخیز ہے۔ جس کی وجہ سے یہ تمام علاقہ گنجان آباد ہے۔ آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور وسائل پر بار بن رہی ہے۔

(ii) بلوچستان کے دریا:

بلوچستان کے پہاڑ خشک ہیں اس لیے یہاں کے دریاؤں میں صرف بارش کے دنوں میں پانی آتا ہے۔ دریائے بولان اور اس کے معاون دریائے ژوب وغیرہ دریائے سندھ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جبکہ جنوب کی

طرف بہنے والے دریا ہب، پورالی وغیرہ کراچی کے قریب بحیرۂ عرب میں جا گرتے ہیں۔ صوبے کے جنوب مغرب میں دریائے دشت، دریائے لورا، دریائے رخشان سب کے سب جھیل ہامون مشخیل میں جا گرتے ہیں۔

بھارت کے دریا

(i) شمالی بھارت کے دریا:

پاکستان کے دریائے سندھ کی طرح بھارت کے دریائے گنگا اور دریائے برہم پتر بھی شمالی پہاڑوں سے نکل کر آتے ہیں۔ ان میں سارا سال پانی بہتا رہتا ہے۔ بھارت کے شمالی میدان کی زرخیزی دریائے گنگا اور اس کے معاون دریاؤں جمنا، گھاگھرا، تراپتی، گندک اور برہم پتر کی وجہ سے ہے۔ دریائے گنگا ہندوؤں کا متبرک دریا ہے۔ دریائے برہم پتر ہمالیہ کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور صوبہ آسام سے ہوتا ہوا بنگلہ دیش میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں سے جنوب کی طرف بہتا ہوا خلیج بنگال میں جا گرتا ہے۔

(ii) جنوبی بھارت کے دریا:

جنوبی بھارت کے دریا مغربی گھاٹ کی پہاڑیوں سے نکل کی خلیج بنگال میں جا گرتے ہیں۔ ان میں پانی صرف مون سون بارشوں کے وقت آتا ہے۔ ان میں اہم دریا مہاندی، گوداوری، کرشنا اور کاویری ہیں۔ سطح مرتفع دکن کے شمال میں دو دریا نربدا اور تاپتی مغرب کی طرف بہتے ہوئے بحیرۂ عرب میں جا گرتے ہیں۔

بنگلہ دیش کے دریا:

بنگلہ دیش میں بارش کثرت سے ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں بہت سے ندی نالے بہتے ہیں۔ دو چار کلو میٹر کا سفر طے کرنے سے شاید ایک یا دو ندیوں سے گذرنا پڑے۔ دو بڑے دریا گنگا اور برہم پتر بھارت سے بہتے ہوئے، بنگلہ دیش میں داخل ہوتے ہیں۔ دریائے گنگا کو بنگلہ دیش میں دریائے پدما بھی کہتے ہیں۔ دوسرے دریاؤں میں دریائے کرنافلی، گومتی، میگھنا، مدھومتی اور تیستا قابلِ ذکر ہیں۔

سری لنکا کے دریا:

سری لنکا ایک پہاڑی ملک ہے اور یہاں بارش کافی زیادہ ہوتی ہے۔ بہت سے ندی نالوں کے علاوہ سری لنکا کے مشرقی کنارے کے دریا یان اویا اور گال اویا ہیں۔ جنوبی مشرق میں دریائے کمبوکان اویا، کرنڈی اویا اور اوی گنگا بہتے ہیں۔ مغربی کنارے کے دریاؤں کے نام ارووی ارو اور ڈیڈرو اویا ہیں۔ یہ

سب دریا بحرِ ہند میں گرتے ہیں۔

نیپال اور بھوٹان کے دریا:

نیپال بنیادی طور پر پہاڑی ملک ہے اس لیے یہاں بہت سے چھوٹے دریا ہیں۔ مشہور دریاؤں میں قابلِ ذکر دریا کرنالی، راپتی گندک، باغ متی اور سپت کاسی ہیں۔ یہ سب دریا جنوب کی طرف سے بہتے ہوئے دریائے گنگا سے جا ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ نیپال میں بے شمار چھوٹے بڑے ندی نالے ہیں۔

نیپال کی طرح بھوٹان میں بھی کوئی خاص بڑا دریا نہیں۔ بہت سے چھوٹے بڑے ندی نالوں کے علاوہ دریائے تورسا اور مانسا قابلِ ذکر ہیں۔

جزائر مالدیپ میں کوئی بڑا دریا نہیں۔ تاہم چھوٹے چھوٹے ندی نالے بے شمار ہیں۔ زیادہ تر یہ ندی نالے بارش کے موسم میں بہتے ہیں۔

6- بحر

پانی کے بہت بڑے قطعے کو بحر کہا جاتا ہے۔ جس طرح خشکی کے حصّے کو ہم نے برّاعظموں میں تقسیم کیا ہوا ہے اسی طرح اپنی سہولت کے لیے پانی کے حصّے کو بھی جو خشکی سے تقریباً تین گنا بڑا ہے، پانچ بحروں میں بانٹا ہوا ہے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) بحرالکاہل (2) بحرِ اوقیانوس (3) بحرِ ہند (4) بحرِ منجمد شمالی (5) بحرِ منجمد جنوبی۔

بحرالکاہل سب سے بڑا اور گہرا ہے۔ اس کے ایک طرف ایشیا ہے اور دوسری طرف امریکہ کا مغربی ساحل۔ بحراوقیانوس امریکہ اور افریقہ کے درمیان واقع ہے۔ بحرہند جنوبی ایشیا کے جنوب میں واقع ہے۔ بحرہند کو موجودہ دور میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بحر منجمد شمالی یورپ، شمالی امریکہ اور ایشیا کے شمال میں قطب شمالی کے ارد گرد واقع ہے اور بحر منجمد جنوبی تمام برّاعظموں کے انتہائی جنوب میں قطب جنوبی کے ارد گرد پھیلا ہوا ہے۔ ان کو منجمد اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زیادہ تر برف کے مانند یعنی جمے ہوئے رہتے ہیں۔

بحیرہ

پانی کے قدرے چھوٹے قطعے کو بحیرہ یا سمندر کہتے ہیں۔ جسامت میں بحیرہ، بحر سے بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ جنوبی ایشیا کے مغرب میں بحیرۂ عرب ہے۔ بحیرۂ عرب جنوبی ایشیا اور مشرقی افریقہ کے درمیان واقع

ہے۔ اس کا کچھ حصّہ سعودی عرب سے جا ملتا ہے۔ اس کا ایک راستہ نہر سوئز کے ذریعے بحیرۂ روم سے ہوتا ہوا یورپ کے ساتھ جا ملتا ہے۔ بحیرۂ عرب تجارت کے لحاظ سے بڑی شہرت کا حامل ہے۔ پاکستان اور بھارت کی زیادہ تر تجارت اسی سمندر سے ہوتی ہے۔

خلیج

پانی کا وہ حصّہ جو زمین کے اندر دور تک چلا جائے اسے خلیج کہتے ہیں۔ بھارت کے مشرق اور جنوب' مائنمار کے مغرب اور بنگلہ دیش کے جنوب میں خلیج بنگال ہے۔ بھارت کے صوبے بنگال اور بنگلہ دیش کی سرزمین کو چھونے کی وجہ سے اس کا نام خلیج بنگال رکھا گیا ہے۔ بھارت کا دریائے گنگا اور بنگلہ دیش کا دریائے برہم پتر خلیج بنگال میں گرتے ہیں۔ خلیج بنگال میں بحیرۂ عرب کی طرح بہت سے سمندری راستے گزرتے ہیں۔ مشرقی بھارت اور بنگلہ دیش کی تجارت کا دارومدار اسی خلیج پر ہے۔

سوالات

1 ----- سطح زمین کے لحاظ سے جنوبی ایشیا کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے؟ تفصیل سے بیان کریں۔

2 ------ پاکستان اور بھارت کے شمالی علاقوں میں بہت سے صحت افزا مقامات ہیں' ان کے نام لکھیں اور بتائیں کہ وہ کس پہاڑی سلسلے میں واقع ہیں؟

3 ------ جنوبی ایشیا میں شمال کی برفانی ہوائیں کیوں داخل نہیں ہوتیں؟ وجوہات تحریر کریں۔

4 ------ دریائے سندھ اور دریائے گنگا کی وادیاں کیوں اتنی زرخیز ہیں؟

5 ------ بحر' بحیرہ اور خلیج پر مختصر نوٹ لکھیں۔

6 ------ خالی جگہوں کو درست جوابات سے پر کریں۔

i -- بھارت کا سب سے بڑا دریا ---------- ہے۔ (سندھ ۔ جمنا ۔ گنگا)

ii -- دریائے سندھ ---------- کے مقام پر میدانی علاقوں میں داخل ہوتا ہے۔ (جہلم ۔ اٹک ۔ پشاور)

iii -- دریائے سندھ -------- کے مقام سے ڈیلٹا بنانا شروع کرتا ہے۔ (سکھر ۔ ٹھٹہ ۔ کراچی)

iv -- آدم کی چوٹی ---------- میں واقع ہے۔ (سری لنکا ۔ بنگلہ دیش ۔ پاکستان)

عملی کام

1 ----- نقشے میں دیکھ کر مٹی سے دریائے سندھ کا ڈیلٹا بنائیں۔

2 ----- پاکستان کے نقشے کا خاکہ لے کر رنگوں کی مدد سے پہاڑ' سطح مرتفع' میدانی علاقے اور ریگستان ظاہر کریں۔

تیسرا باب

آب وہوا

آپ نے اکثر لوگوں کو موسم اور آب وہوا کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے سنا ہوگا۔ موسم اور آب وہوا میں فرق ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کسی مقام پر تھوڑے عرصے کے لیے ہوا کی کیفیت کیا رہی؟ درجۂ حرارت کیا رہا؟ بارش کا کیا حال تھا؟ تو اس کے لیے موسم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ یعنی کسی مقام کی چند دنوں کی گرمی' سردی' بارش اور ہوا کے دباؤ کی مجموعی کیفیت کی کمی یا بیشی کو موسم کہا جاتا ہے۔ موسم عام طور پر بدلتا رہتا ہے۔

برخلاف اس کے آب وہوا مستقل اور دوامی چیز ہے۔ سال بھر کی سردی' گرمی' بارش اور ہوا کے دباؤ کے حال کو آب وہوا کہتے ہیں۔ آب وہوا عام طور پر ایک سی رہتی ہے۔ مثلاً سکھر' لاہور اور پشاور میں گرمیوں کے زمانے میں سخت گرمی اور سردیوں کے زمانے میں سخت سردی اور بارش کے زمانے میں بارش ہو جاتی ہے۔ یہ وہاں کی آب وہوا ہے اور یہ حالت ہر سال ایک سی رہتی ہے۔

آب وہوا پر اثر انداز ہونے والے عناصر

ذیل میں ان جغرافیائی اور قدرتی عوامل کا ذکر کیا جاتا ہے جو کسی علاقے کی آب وہوا پر اثر انداز ہوتے ہیں:

1- خطِ استوا سے فاصلہ

سال کے زیادہ حصے میں سورج خط استوا کے اوپر اور ارد گرد عموداً چمکتا ہے۔ سورج کی عمودی شعاعیں ترچھی شعاعوں سے زیادہ گرم ہوتی ہیں۔ اس لیے کوئی مقام جتنا خط استوا کے قریب ہو گا اتنا ہی گرم ہو گا اور جتنا دور ہو گا اتنا ہی سرد ہو گا۔ خط استوا کے قریب موسم سال بھر ایک جیسا رہتا ہے۔

2- سمندر سے فاصلہ

جو علاقے سمندر سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں ان کی آب وہوا معتدل یا خوشگوار ہوتی ہے۔ جیسے جیسے سمندر سے دور ہوتے جائیں درجۂ حرارت بڑھتا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دن کے وقت سمندر کے نزدیک زمین جلد گرم ہو جاتی ہے اور وہاں ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے۔ سمندر جلدی گرم نہیں ہوتا اس لیے وہاں قدرے ٹھنڈک ہوتی ہے اور ہوا کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے۔ دن کے وقت سمندر کی جانب سے ٹھنڈی اور مرطوب ہوائیں خشکی کی طرف آکر درجۂ حرارت کم کر دیتی ہیں۔ رات کو سورج کے غروب ہونے پر زمین جلد ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور وہاں ہوا کا دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس سمندر پر گرمی ہوتی ہے اور ہوا کا دباؤ کم ہوتا ہے۔ اس لیے رات کو ہوائیں خشکی کی طرف سے سمندر کی طرف چلتی ہیں اور اس سے موسم خوشگوار رہتا ہے۔ ان ہواؤں کو نسیم بری اور نسیم بحری کہتے ہیں۔

3- سطح سمندر سے بلندی

جو علاقے سطح سمندر سے بلند ہوں گے وہاں درجۂ حرارت کم ہو گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ کوئی جگہ سمندر سے جتنی بلند ہو گی اتنی ہی سرد ہو گی اور جتنی کم بلند ہو گی اتنی ہی گرم۔ پاکستان اور بھارت کے میدانوں سے شمالی پہاڑوں کی طرف ہم جوں جوں بلند مقامات کی طرف جائیں، درجۂ حرارت گرتا جاتا ہے۔ کوہ ہمالیہ، کوہ قراقرم اور کوہ ہندوکش کی چوٹیوں پر گرمی کے موسم میں برف باری ہوتی ہے، کیونکہ وہاں گرمی کا موسم ہوتا ہی نہیں۔

4- ہواؤں کا رخ

سمندر کی جانب سے آنے والی ہواؤں میں آبی بخارات ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ بارش برساتی ہیں۔ خشکی کی طرف سے آنے والی ہواؤں میں نمی کی کمی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہی نہیں یا بالکل کم ہوتی ہے۔

جنوبی ایشیا میں مون سون ہوائیں گرمی کے موسم میں سمندر کی جانب سے خشکی کی جانب آتی ہیں۔ ان مون سون ہواؤں میں آبی بخارات کثرت سے ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے شمالی پہاڑوں پر بارش ہوتی ہے۔ موسم سرما میں مون سون ہوائیں خشکی کی جانب سے سمندر کی جانب چلتی ہیں۔ لہٰذا یہ ہوائیں خشک

ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موسم سرما میں عام طور پر مون سون بارش نہیں ہوتی۔

5- پہاڑوں کا رخ

آب و ہوا کے بارے میں پہاڑوں کا رخ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بحیرۂ عرب اور خلیج بنگال کی مون سون ہوائیں موسم گرما میں شمالی پہاڑوں کی جانب جاتی ہیں۔ جب پہاڑوں کے سلسلے ان کا راستہ روکتے ہیں تو وہ ہوائیں اوپر کی جانب اٹھتی ہیں۔ جب مرطوب ہوائیں اوپر جاتی ہیں تو ٹھنڈک کی وجہ سے آبی بخارات پانی کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس طرح مون سون بارش پہاڑوں سے شروع ہو کر میدانوں کی طرف بڑھتی ہے۔

6- انسانی سرگرمیاں

آب و ہوا پر نہ صرف قدرتی عوامل اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ اس علاقے میں بعض انسانی سرگرمیاں بھی آب و ہوا میں تبدیلی کا باعث بنتی ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی کی رہائشی ضروریات کے لیے آبادیاں اور صنعتی کارخانے لگانے کے لیے قدرتی جنگلات کا صفایا کر دیا جاتا ہے۔ لکڑی کی دیگر ضروریات کے لیے بھی درخت تیز رفتاری سے کاٹے جارہے ہیں جس سے اس علاقے کی آب و ہوا بدل جاتی ہے۔ بارش کم ہوجانے سے موسم خوشگوار نہیں رہتا۔ گنجان آبادی میں صنعتوں کا قیام، ذرائع آمدورفت اور تابکاری کے اثرات فضا کو آلودہ کرتے رہتے ہیں۔ ان سے پیدا ہونے والے دھوئیں، گرد و غبار اور دوسرے ذرات فضا میں معلق رہنے سے آبی بخارات اور بارش کا عمل متاثر رہتا ہے۔ اسی طرح سمندر کی وسیع سطح پر جہازوں اور تیل بردار ٹینکروں سے رسنے والے تیل کی تہہ بھی آبی بخارات یعنی بادل بننے کے عمل میں مداخلت پیدا کرتی ہے۔ جس کے نتیجے میں غیر موزوں موسمی تبدیلیاں واقع ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا فضائی آلودگی بڑھنے سے آب و ہوا میں کسی غیر معمولی تبدیلی کے امکان کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ فضائی آلودگی بڑھنے سے آب و ہوا پر برا اثر پڑتا ہے۔ فضائی آلودگی کی کمی کے لیے تدابیر انفرادی اور اجتماعی طور پر ضروری ہیں۔ فضائی آلودگی کی کمی اور شرح آبادی کی کمی کسی بھی قوم و ملک کے لیے خوش آئندہ ہوتی ہے۔

جنوبی ایشیا کی آب و ہوا

جنوبی ایشیا بہت وسیع علاقے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس لحاظ سے جنوبی ایشیا کے مختلف علاقوں کی

آب و ہوا مختلف ہے۔

عام طور پر جنوبی ایشیا میں گرمیوں کا موسم لمبا اور سردیوں کا مختصر ہوتا ہے۔ گرمیوں اور سردیوں سے پیشتر کچھ دنوں کے لیے موسم خوش گوار ہوتا ہے۔ نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے اور نہ زیادہ سردی۔ گرمیوں کے شروع ہونے سے پہلے موسم کو موسمِ بہار کہتے ہیں۔ اس موسم میں درختوں کے پتے نکلتے ہیں۔ سردی شروع ہونے سے پہلے موسم کو موسمِ خزاں کہتے ہیں۔ اس موسم میں درختوں کے پتے زرد ہو کر گر جاتے ہیں۔ موسم گرما اپریل کے مہینے سے شروع ہو جاتا ہے اور ستمبر کے وسط تک رہتا ہے۔ اس موسم میں سورج خطِ سرطان پر عموداً چمکتا ہے۔ خط سرطان پاکستان کے عین جنوب اور بھارت کے درمیان سے گزرتا ہے۔ اس لیے ان علاقوں میں خوب گرمی پڑتی ہے۔ خاص طور پر پاکستان اور بھارت کے میدانی علاقوں میں سخت گرمی ہوتی ہے۔ پاکستان کے بعض علاقوں میں درجۂ حرات 50 سینٹی گریڈ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ سبی اور جیکب آباد گرمی کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ بنگلہ دیش پر مون سون ہواؤں کا بہت زیادہ اثر رہتا ہے۔ سری لنکا خط استوا کے قریب ہے اس لیے وہاں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے۔ برسات اور گرمی کا موسم طویل ہوتا ہے۔ مگر سردیوں میں زیادہ سردی نہیں ہوتی۔ نیپال اور بھوٹان اونچے پہاڑوں کے درمیان گھرے ہوئے ہیں۔ موسم برسات میں بارش بھی کافی ہوتی ہے۔ اس لیے یہ علاقہ سال بھر زیادہ تر سرد رہتا ہے۔

مُون سُون ہوائیں

مون سون وہ موسمی ہوائیں ہیں جو گرمی کے موسم میں چھ مہینے سمندر سے خشکی کی طرف چلتی ہیں اور جاڑے کے موسم میں خشکی سے سمندر کی طرف چلتی ہیں۔ یہ ہوائیں جنوبی ایشیا کی آب وہوا پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ موسم گرما میں جتنی بھی بارش ہوتی ہے وہ ان ہی ہواؤں سے ہوتی ہے۔ موسم بدلنے کے ساتھ یہ ہوائیں بھی اپنا رخ بدل دیتی ہیں۔

موسم گرما کی مُون سُون ہوائیں

موسم گرما میں سورج خطِ سرطان پر عموداً چمکتا ہے۔ اس لیے جنوبی ایشیا کے میدانی علاقے سخت گرم ہو جاتے ہیں۔ گرمی کہ وجہ سے ہوا ہلکی ہو جاتی ہے اور اوپر اٹھ جاتی ہے، جس کی وجہ سے ان میدانی علاقوں میں ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جنوبی سمندروں پر ہوا کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے، چونکہ ہوا ہمیشہ

زیادہ دباؤ والے علاقے سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہے۔ اس لیے ہوائیں سمندر سے میدانوں کی طرف چلنے لگتی ہیں۔ ان کو موسم گرما کی مون سون ہوائیں کہتے ہیں۔ ان کی دو شاخیں ہیں:

1- بحیرۂ عرب کی مون سون ہوائیں۔

2- خلیجِ بنگال کی مون سون ہوائیں۔

1- بحیرۂ عرب کی مُون سُون ہوائیں: گرمیوں کے موسم میں بحیرۂ عرب سے مون سون ہوائیں وادئ سندھ اور وادئ گنگا کی جانب چلتی ہیں۔ کیونکہ بحیرۂ عرب میں ہواؤں کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے اور گرمی کی وجہ سے دریائے سندھ اور گنگا جمنا کی وادی میں دباؤ کم ہوتا ہے۔ ہوا ہمیشہ زیادہ دباؤ سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہے۔ سمندر سے آنے والی ہوائیں بارش لاتی ہیں۔ سندھ پاکستان میں کھیر تھر کے پہاڑوں اور راجستھان بھارت میں اراولی کے پہاڑوں کا رخ ہواؤں کے رخ کے مطابق ہے۔ اس لیے
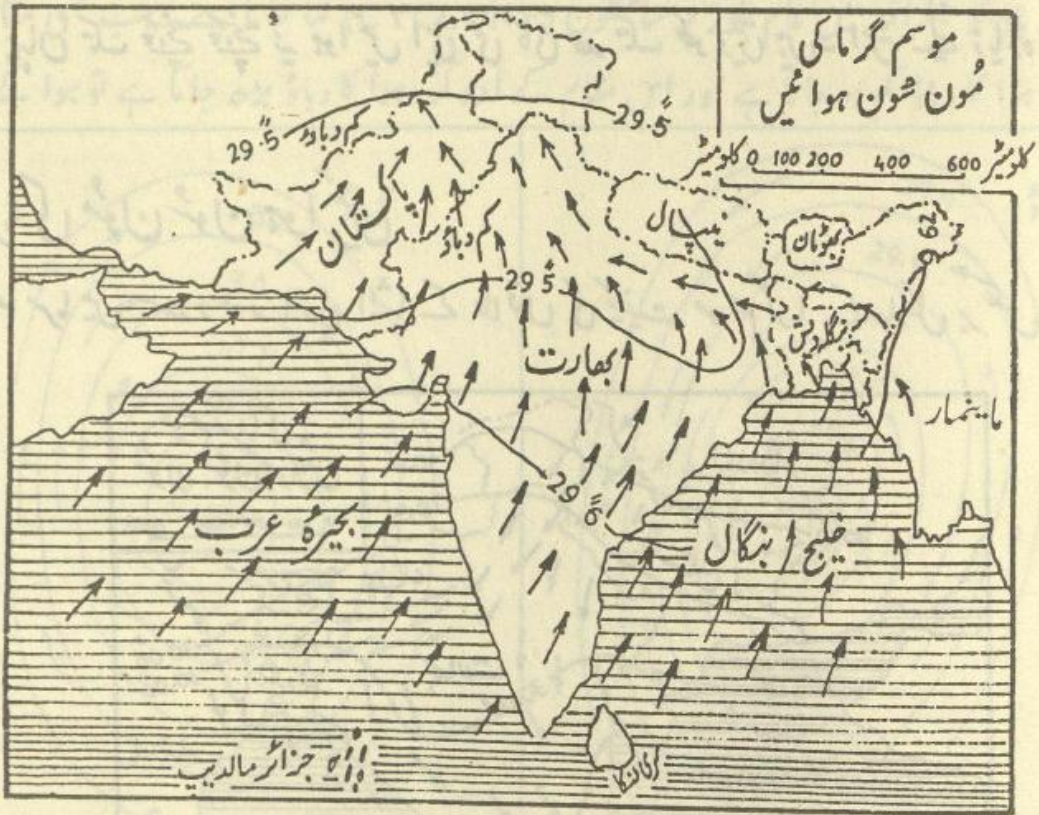
سندھ اور راجستھان سے یہ ہوائیں بغیر بارش برسائے آگے نکل جاتی ہیں۔ مزید شمال کی طرف بڑھنے کے بعد یہ وہاں کوہ ہمالیہ سے ٹکرا کر اوپر اٹھتی ہیں اور اس علاقے میں اچھی خاصی بارش ہوتی ہے۔ بحیرۂ عرب سے اٹھتی ہوئی کچھ مون سون ہوائیں بھارت کے مغربی ساحل کی طرف رخ کرتی ہیں۔ اس ساحل پر مغربی

گھاٹ کے بلند پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں سے ٹکرا کر مون سون ہوائیں خوب بارش برساتی ہیں۔ کچھ ہوائیں جو ان پہاڑوں کو عبور کر کے آگے بڑھ جاتی ہیں' ان ہواؤں میں آبی بخارات بہت کم رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی گھاٹ پر تو اچھی خاصی بارش ہوتی ہے' مگر سطح مرتفع دکن پر کم بارش ہوتی ہے۔ بحیرۂ عرب کی موسم گرما کی مون سون ہواؤں سے جزائر مالدیپ میں گرمیوں میں اچھی خاصی بارش ہوتی ہے۔

2- **خلیج بنگال کی مُون سُون ہوائیں:** خلیج بنگال کے پیچھے بحر ہند کا وسیع علاقہ ہے۔ اس لیے خلیج بنگال سے چلنے والی ہواؤں میں بہت زیادہ آبی بخارات ہوتے ہیں۔ بنگلہ دیش کے جنوب میں کوئی پہاڑ نہیں اس لیے یہ ہوائیں بنگلہ دیش سے گزر کر شمال میں آسام کی پہاڑیوں اور کوہ ہمالیہ سے ٹکرا کر آسام اور بنگلہ دیش میں کثرت سے بارش برساتی ہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ بارش آسام کی پہاڑیوں پر ہوتی ہے ۔ وہاں سے یہ ہوائیں مغرب کی طرف مڑجاتی ہیں اور شمالی ہندوستان کے میدانوں سے گزر کر پاکستان میں داخل ہوتی ہیں۔ یہاں تک پہنچتے پہنچتے یہ ہوائیں اپنی نمی کافی حد تک کھو دیتی ہیں۔ اس لیے زیادہ بارش نہیں ہوتی۔

موسم سرما کی مُون سُون ہوائیں

موسم سرما میں سمندر اور جنوبی ایشیا کے علاقوں کی کیفیت موسم گرما کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔
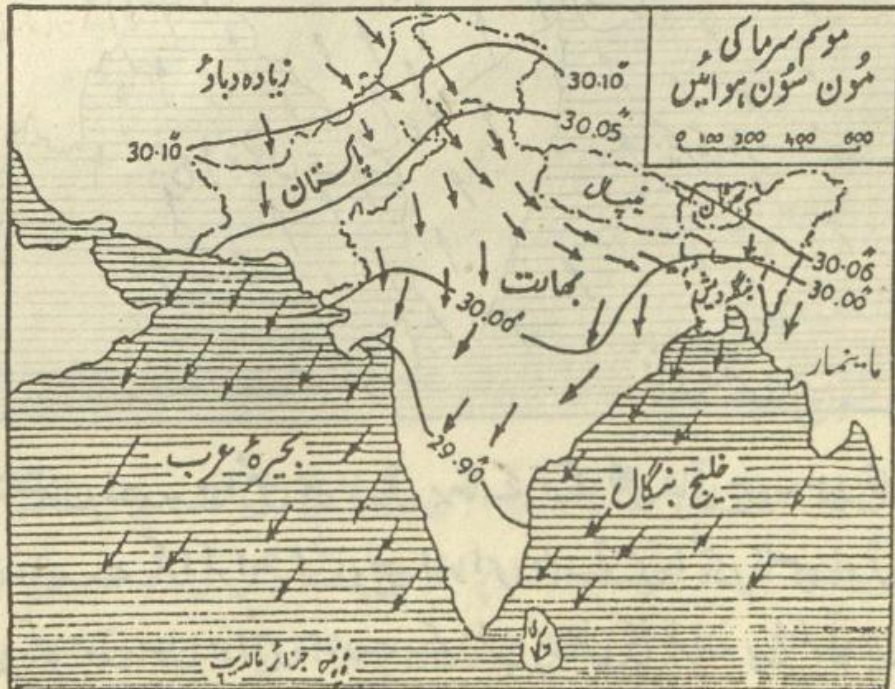
سردی کی وجہ سے میدانی علاقوں کا درجۂ حرارت کم ہو جاتا ہے اور ہوا کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ بحیرۂ عرب اور خلیج بنگال پر قدرے گرمی کی وجہ سے درجۂ حرارت زیادہ اور ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ نتیجے کے طور پر میدانوں یعنی خشکی کی طرف سے ہوائیں سمندر کی جانب چلنا شروع کرتی ہیں۔ ان ہواؤں کو موسم سرما کی مون سون ہوائیں کہتے ہیں۔ یہ ہوائیں ٹھنڈی اور خشک ہوتی ہیں۔ کیونکہ خشکی کی طرف سے آنے کی وجہ سے ان میں آبی بخارات بہت کم ہوتے ہیں۔ لہٰذا سردی میں مون سون بارش نہیں ہوتی البتہ مشرقی گھاٹ میں پھر ان ہواؤں کی وجہ سے تھوڑی سی بارش ہو جاتی ہے کیونکہ خلیج بنگال کے اوپر سے چلنے والی ہواؤں میں کچھ آبی بخارات مل جاتے ہیں۔

جزائر مالدیپ میں موسم سرما کی مون سون کی وجہ سے سردیوں میں بھی بارش ہوتی ہے۔

گرد باد

گرد باد کو جغرافیہ میں عام طور پر سائیکلون (CYCLONE) کہا جاتا ہے۔ جب کسی مقامی وجہ سے کسی جگہ کا ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور اس مقام کے ارد گرد ہوا کا دباؤ بڑھ جاتا ہے تو ہوا کے طاقتور چکر
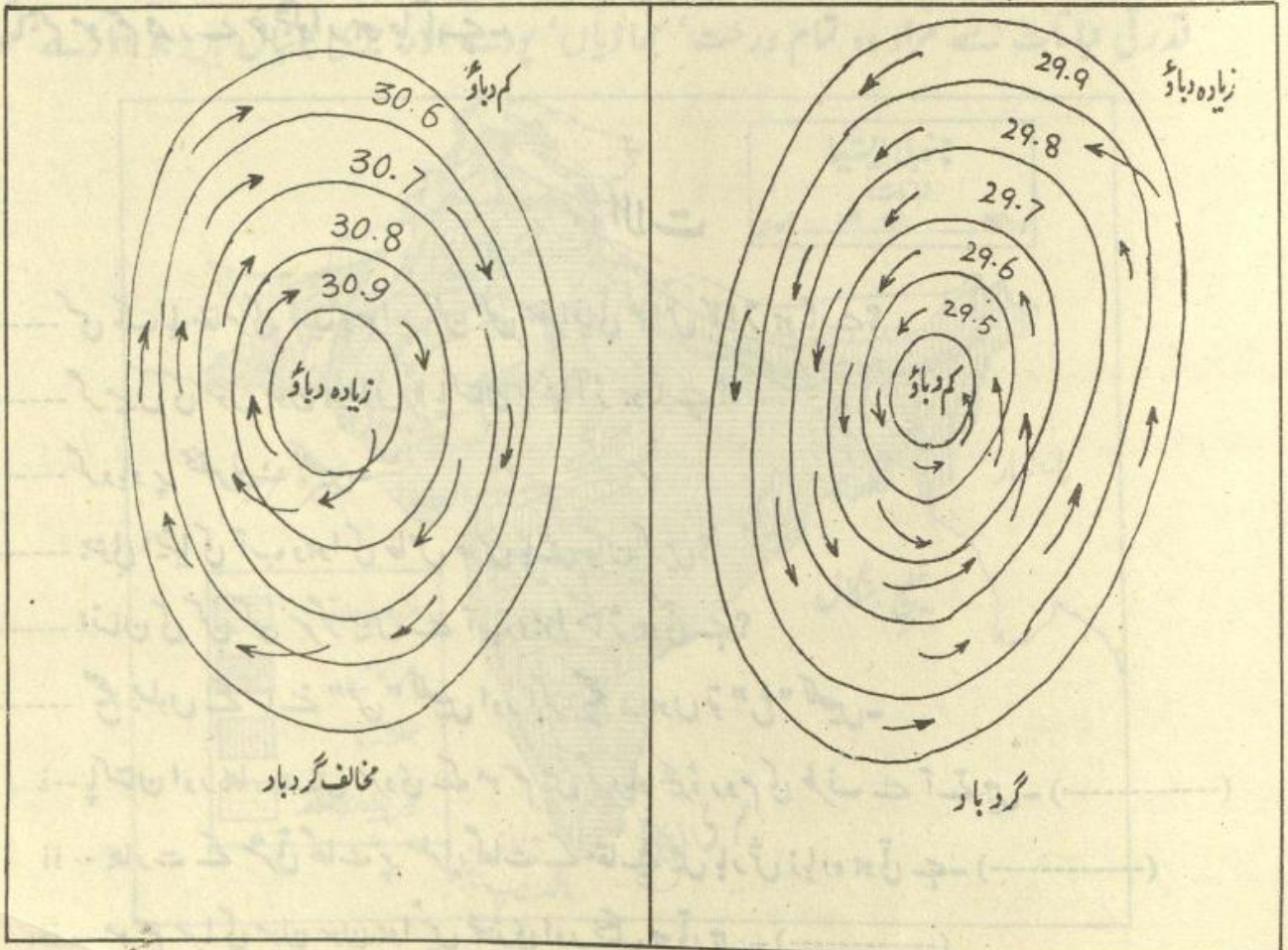
پیدا ہوتے ہیں جنھیں گردباد کہتے ہیں۔

ہوا ہمیشہ زیادہ دباؤ والے علاقے سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہے اس لیے اس مقام پر ہوا باہر کی طرف سے اندر کی طرف چلنا شروع کرتی ہے۔ اس طرح چلنے سے ہوا ایک دائرے کی صورت اختیار کرتی ہے۔ جس کا رخ اندر کی طرف ہوتا ہے۔ جب تیز رفتاری سے ہوا اندر کی طرف جائے گی تو بڑا گردباد ہوگا اور اس کا اندرونی حصہ اتنا ہی طاقتور ہوگا۔

جنوبی ایشیا میں سردیوں کے موسم میں گردباد بحیرۂ روم کی طرف سے آتے ہیں اس لیے ان میں کافی مقدار میں آبی بخارات ہوتے ہیں۔ یہ گرد باد پاکستان کے صوبے بلوچستان سے ہوتے ہوئے صوبۂ پنجاب کے مغربی پہاڑوں اور میدانی علاقوں میں پہنچ کر وہاں سردیوں کے موسم میں بارش کا باعث بنتے ہیں۔ بلوچستان اور پنجاب میں سردیوں میں بارش گردباد کی وجہ سے ہوتی ہے۔

بعض علاقوں میں مخالف گرد باد بھی چلتے ہیں۔ مخالف گرد باد میں اندر کی ہوا میں دباؤ زیادہ ہوتا ہے اور باہر کا کم۔ اس لیے ہوا اندر کی طرف سے باہر کی طرف چلتی ہے۔ مخالف گردباد کی وجہ سے بارش نہیں ہوتی تاہم موسم قدرے خوشگوار ہو جاتا ہے۔

سوالات

1 ----- کسی ملک یا مقام کی آب وہوا پر کن کن جغرافیائی عوامل کا اثر ہوتا ہے؟

2 ----- گرمیوں کی مون سون ہواؤں کا پاکستان پر کیا اثر ہوتا ہے؟

3 ----- گردباد پر مختصر نوٹ لکھیں۔

4 ----- جنوبی ایشیا کی آب وہوا کی خاص خاص باتیں بیان کریں؟

5 ----- انسان کی کن کن سرگرمیوں سے آب وہوا متاثر ہوتی ہے؟

6 ----- صحیح جملوں کے سامنے "ص" لکھیں اور اگر صحیح نہ ہوں تو "غ" لکھیں۔

i -- پاکستان اور بھارت میں سردی کے موسم میں گردباد بحیرۂ روم کی طرف سے آتے ہیں۔ (-----------)

ii -- بھارت کے مشرقی گھاٹ پر مغربی گھاٹ کے مقابلے میں بارش زیادہ ہوتی ہے۔ (-----------)

iii -- موسم سرما کی مون سون ہوائیں ٹھنڈی اور خشک ہوتی ہیں۔ (-----------)

چوتھا باب

جنوبی ایشیا کے قدرتی وسائل

اللہ تعالیٰ نے انسان کے استعمال کے لیے زمین کے اوپر اور اس کے اندر زرخیز مٹی' دریاؤں' جنگلات' معدنیات وغیرہ کی صورت میں بے شمار وسائل عطا کیے ہیں۔ تاکہ ان کو کام میں لاکر اپنی ضروریات پوری کرے اور ان وسائل کے ذریعے ترقی کی راہوں پر گامزن ہو سکے۔

جنوبی ایشیا میں قدرتی وسائل کی کمی نہیں۔ قدرت نے اس حصے کو قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ آیئے جنوبی ایشیا کے قدرتی وسائل کا مختصر جائزہ لیں۔

1- قدرتی نباتات

قدرتی نباتات سے مراد وہ تمام درخت' جھاڑیاں' پودے اور جڑی بوٹیاں ہیں جو ہمارے کھیتوں'
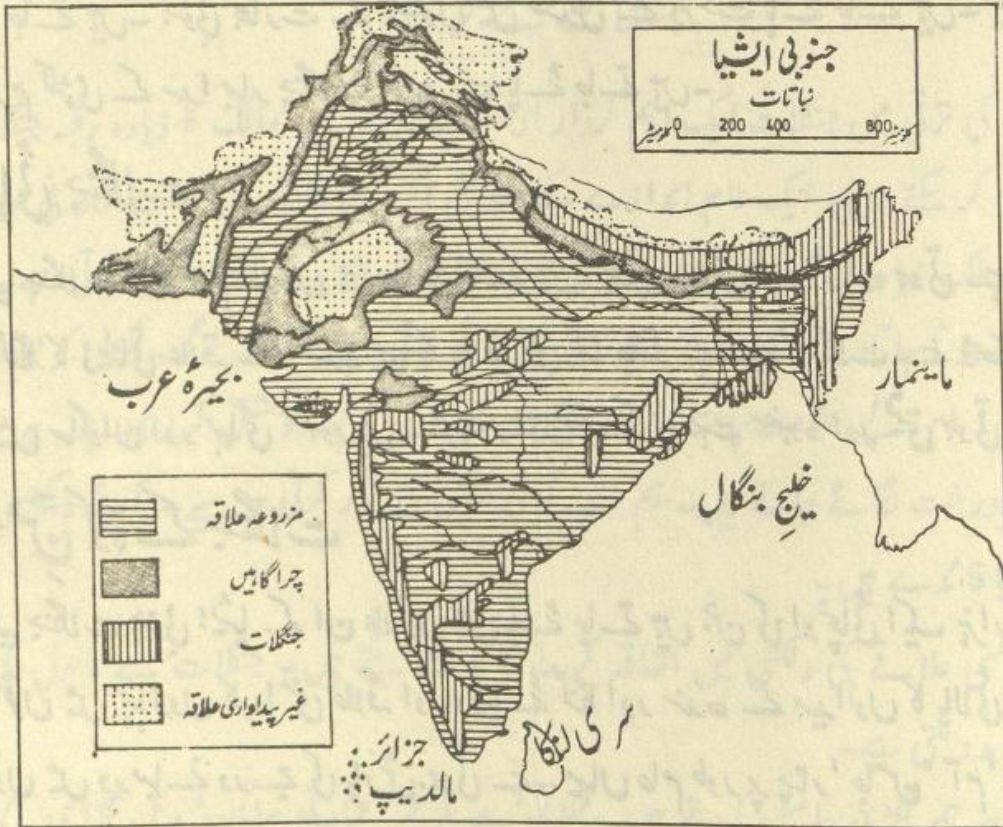
پہاڑوں، میدانوں، وادیوں اور ساحلی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ تمام قدرتی نباتات کا وہاں کی زمین، آب و ہوا، درجۂ حرارت اور بارش سے گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ رقبے کے لحاظ سے جنوبی ایشیا بہت بڑا خطہ ہے۔ اس وسیع خطّے میں تقریباً ہر قسم کی آب وہوا پائی جاتی ہے۔ اس لیے اس کے مختلف علاقوں میں مختلف قسم کی قدرتی نباتات اور زیر کاشت فصلیں ہیں۔ جن علاقوں میں بارش کثرت سے ہوتی ہے، وہاں گھنے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں زمین اچھی نہیں اس لیے بارش کے باوجود وہاں نباتات کی کمی ہے۔ بہت کم بارش والے علاقوں میں کانٹے دار جھاڑیاں اور گھاس پائی جاتی ہے۔ آب وہوا اور زمین کی جداگانہ خصوصیات کی بنا پر جنوبی ایشیا میں جو جنگلات پائے جاتے ہیں ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

i- شمال اور شمال مغربی پہاڑوں کے جنگلات

جنوبی ایشیا کے شمال اور شمال مغرب میں اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں میں ہزار میٹر سے زیادہ بلند حصّوں میں سدا بہار نرم لکڑی والے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ نرم لکڑی والے درختوں میں چیڑ، دیودار، پڑتل اور صنوبر کا شمار ہوتا ہے۔ ان کی لکڑی سے فرنیچر اور عمارتی سامان بنایا جاتا ہے۔ ایسی لکڑی والے جنگلات پاکستان میں مری، نتھیا گلی، ایبٹ آباد، کاغان، چترال، سوات، ہزارہ اور گلگت کے گردونواح میں پائے جاتے ہیں۔ جنوبی بھارت کے جنگلوں میں صندل کے درخت پائے جاتے ہیں۔ نیپال اور بھوٹان میں بھی نرم لکڑی کے سدا بہار جنگلات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

ii- دریائی جنگلات

یہ جنگلات ان گرم علاقوں میں پائے جاتے ہیں، جہاں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بنگلہ دیش میں دریائے گنگا کا ڈیلٹائی علاقہ جسے سندر بن کا علاقہ بھی کہا جاتا ہے ایسے جنگلات سے ڈھکا ہوا ہے۔ ایسے درختوں میں ساگوان اور مہاگنی مشہور ہیں۔ ان درختوں کی لکڑی بہت مضبوط اور قیمتی ہوتی ہے۔

iii- دامنِ کوہ کے جنگلات

یہ جنگلات جنوبی ایشیا کے ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں جن کی اونچائی ایک ہزار میٹر سے کم ہے۔ ایسے علاقوں میں پہاڑوں کا دامنی علاقہ اور دریائے گنگا اور سندھ کے میدانوں کا بالائی علاقہ شامل ہے۔ ان علاقوں میں درمیانے درجے کی بارش ہوتی ہے۔ یہاں عام طور پر چنار، جامن، آم، اخروٹ اور پیپل

کے درخت پائے جاتے ہیں۔ اخروٹ کی لکڑی سے عمدہ قسم کا زیبائشی سامان بنایا جاتا ہے۔

iv- میدانی جنگلات

ایسے جنگلات جنوبی ایشیا کے ان میدانی حصوں میں پائے جاتے ہیں' جہاں بارش کم ہوتی ہے۔ عام طور پر یہاں چھوٹے قد کے درخت' کانٹے دار جھاڑیاں اور سخت قسم کی گھاس پائی جاتی ہے۔

پاکستان میں اس قسم کے جنگلات سطح مرتفع پوٹھوہار میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ پنجاب اور سندھ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بھارت میں مشرقی پنجاب اور سطح مرتفع دکن میں ملتے ہیں۔

جنوبی ایشیا کے ساحلی علاقوں میں عام طور پر نمکین پانی میں اگنے والی جھاڑیاں پائی جاتی ہیں۔ مگر کچھ علاقوں میں ناریل کے جھنڈ بھی نظر آتے ہیں۔

سری لنکا میں منطقہ حارہ کے جنگلات ملتے ہیں۔ ان میں پام کی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ ساحلوں پر ناریل کے جھنڈ ملتے ہیں۔ جزائر مالدیپ میں چھوٹے چھوٹے جزیرے ہونے کی وجہ سے گھنے جنگلات تو نہیں' مگر ناریل کثرت سے پایا جاتا ہے۔ نیپال اور بھوٹان میں پہاڑوں پر سدا بہار نرم لکڑی والے جنگلات پائے جاتے ہیں۔

جنگلات کے فوائد

کسی ملک کی ترقی میں جنگلات ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جن ممالک کا زیادہ رقبہ جنگلات پر مبنی ہے وہ زیادہ ترقی کر سکتے ہیں۔ ایک عام اندازے کے مطابق اگر کسی ملک کے 25 سے 30 فی صد رقبے پر جنگلات ہیں تو وہ ملک زیادہ خوش حال ہے۔ پاکستان میں جنگلات کی شدید کمی محسوس کی جاتی ہے۔ جیسے جیسے آبادی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جنگلات میں بتدریج کمی ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ لوگ لکڑی کو بطور ایندھن استعمال کرتے ہیں۔ اس لیے حکومت پاکستان نئے جنگلات لگانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ ہر سال موسم بہار میں لاکھوں درخت لگائے جاتے ہیں۔ ہم سب کو درختوں کی قدر کرنی چاہیے۔ آیئے دیکھیں کہ ہمیں جنگلات سے کیا کیا فائدے ہیں۔

1 --- جنگلات کسی علاقے کی دلکشی میں اضافہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ جنگلات سے ماحول کی آلودگی کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

2 --- جنگلات سے ہم لکڑی حاصل کرتے ہیں۔ لکڑی سے فرنیچر' عمارتی سامان' ریل گاڑی کے ڈبے اور

سلیپر اور کشتیاں بنائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ لکڑی بطور ایندھن استعمال ہوتی ہے۔

3 --- جنگلات میں پائے جانے والے درخت مثال کے طور پر چیڑ، دیودار، پڑتل وغیرہ سے ایک قسم کا رس نکالا جاتا ہے جس کو گندہ بروزہ کہتے ہیں۔ گندہ بروزہ وارنش اور تارپین کا تیل بنانے کے کام آتا ہے۔

4 --- جنگلات میں سینکڑوں قسم کی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں۔ یہ جڑی بوٹیاں دوائیاں بنانے کے کام آتی ہیں۔ مثال کے طور پر بلوچستان میں ایک قسم کی گھاس پائی جاتی ہے جسے ایفیڈرا کہتے ہیں اس سے ایفیڈرین بنتی ہے جو کھانسی اور سانس کی دواؤں میں ملائی جاتی ہے۔

5 --- جنگلوں میں بے شمار قسم کے چرند اور پرند ملتے ہیں ان کے شکار سے لوگ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔ خاص طور پر جنگلوں میں رہنے والے لوگ کچھ جانوروں کی کھالوں سے لباس بھی تیار کرتے ہیں۔

6 --- جنگلات میں بے شمار پھلوں کے درخت ملتے ہیں۔ ان پھلوں کو کاشت کاری کے ذریعے بہتر بنایا جاتا ہے۔ آج کے تمام پھل کسی زمانے میں جنگلی پھل تھے۔

7 --- جنگلات بارش اور سیلاب کے پانی کو روک کر زمین کی زرخیز سطح کو ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں جنگلات لگا کر زمین کے کٹاؤ کو روکا جاتا ہے۔

8 --- جنگلات میں بہترین قسم کی چراگاہیں پائی جاتی ہیں۔ جہاں مویشی پالے جاتے ہیں جن سے اُون اور کھالیں حاصل ہوتی ہیں۔

9 --- جنگلات میں ریشم کے کیڑے پالے جاتے ہیں۔

10 --- جنگلات ہماری صنعت وحرفت کو ترقی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر پلائی وڈ، کھیل کا سامان، ماچس اور چپ بورڈ کے کارخانے۔

جنگلات ایک ملک کے قومی سرمایہ ہوتے ہیں۔ ہر فرد کو ان کی حفاظت اور افزائش کا خیال رکھنا چاہیے۔ جنگلات کے علاوہ بھی جگہ جگہ شجرکاری کی مہم چلانا ضروری ہے اس لیے کہ درخت ایک عظیم دولت ہیں۔

2- ذرائع آب پاشی

درختوں اور فصلوں کو پانی دینے کا قدرتی نظام بارش ہے۔ بارش چونکہ ہر جگہ ایک جیسی نہیں ہوتی

اور کہیں کہیں تو ہوتی بھی نہیں۔ لہٰذا کاشت کاری کے لیے پانی کا ایسا انتظام کرنا پڑتا ہے جس کا انحصار صرف بارش پر نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے دریاؤں پر بند باندھ کر نہریں نکالی جاتی ہیں یا کنوئیں کھود کر ان کا پانی کھیتوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ کھیتوں کو اس طرح سیراب کرنے کا نام آب پاشی رکھا گیا ہے۔ جنوبی ایشیا میں زراعت کی ترقی کا دارو مدار آب پاشی پر ہے۔ جنوبی ایشیا کے شمالی میدانوں کے نظام آب پاشی کا دنیا کے بہترین نظام آب پاشی میں شمار ہوتا ہے۔

پاکستان میں نظامِ آب پاشی

عام طور پر پاکستان میں آب پاشی کے لیے مندرجہ ذیل طریقوں کا رواج ہے۔

1- کنوئیں 2- ٹیوب ویل 3- نہریں 4- تالاب 5- کاریز۔

1- کنوئیں

یہ ذریعہ دنیا کا قدیم ترین ذریعہ ہے۔ پاکستان کے بہت سے علاقوں میں جہاں نہری پانی دستیاب نہیں آب پاشی کے لیے کنوئیں استعمال کیے جاتے ہیں۔ کنوؤں پر رہٹ لگا دیتے ہیں۔ ایک زنجیر یا رسی میں بہت سی ڈولچیاں لگی ہوتی ہیں اور بیل یا اونٹ رہٹ کو گھماتا ہے۔ ان ڈولچیوں کے ذریعے پانی اوپر جاتا ہے اور پھر نالیوں کے ذریعے کھیتوں میں لے جایا جاتا ہے۔

2- ٹیوب ویل

موجودہ ترقی کے دور میں کنوئیں کی جگہ ٹیوب ویل نے لے لی ہے۔ جہاں بجلی موجود ہے وہاں بڑے بڑے پائپ کنوئیں میں لگا دیے جاتے ہیں۔ بجلی کے موٹر کی مدد سے پائپوں کے ذریعے بہت بڑی مقدار میں پانی باہر نکالا جاتا ہے۔ یہ پانی ایک حوض میں گرتا ہے۔ پھر وہاں سے نالیوں کے ذریعے کھیتوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ آب پاشی کا یہ طریقہ کنوؤں کے مقابلے میں بہت تیز ہے۔ ٹیوب ویل نہ صرف ہمارے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں بلکہ سیم اور تھور سے بھی بچاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے زیر زمین پانی کی سطح اونچی نہیں ہوتی۔

3- نہریں

پاکستان میں آب پاشی کا سب سے موثر ذریعہ نہریں ہیں۔ نہروں کی وجہ سے یہاں کے وہ علاقے جو

بالکل غیر آباد تھے اب زرخیز ہو گئے ہیں۔

نہریں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ (1) دوامی نہریں (2) غیر دوامی نہریں۔

(1) دوامی نہریں دریاؤں پر بند باندھ کر نکالی جاتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ پانی رہتا ہے۔

(2) غیر دوامی نہریں صرف برسات کے موسم میں چلتی ہیں۔ سال کے باقی حصے میں ان میں پانی نہیں ہوتا۔

وادی سندھ کے بالائی حصّے میں دریائے راوی' چناب اور جہلم سے دو بڑی نہریں نکالی گئی ہیں۔ یہ نہریں وادی کے بالائی حصّوں کو پانی مہیا کرتی ہیں۔ دریائے سندھ کی زیریں وادی میں بہت سے بند باندھے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر گڈو بیراج' سکھر بیراج اور کوٹڑی بیراج۔ ان نہروں کے ذریعے ہر سال لاکھوں ایکڑ زمین سیراب کی جاتی ہے۔ پاکستان کی زرعی ترقی کا دارومدار بڑی حد تک ان نہروں پر ہے۔
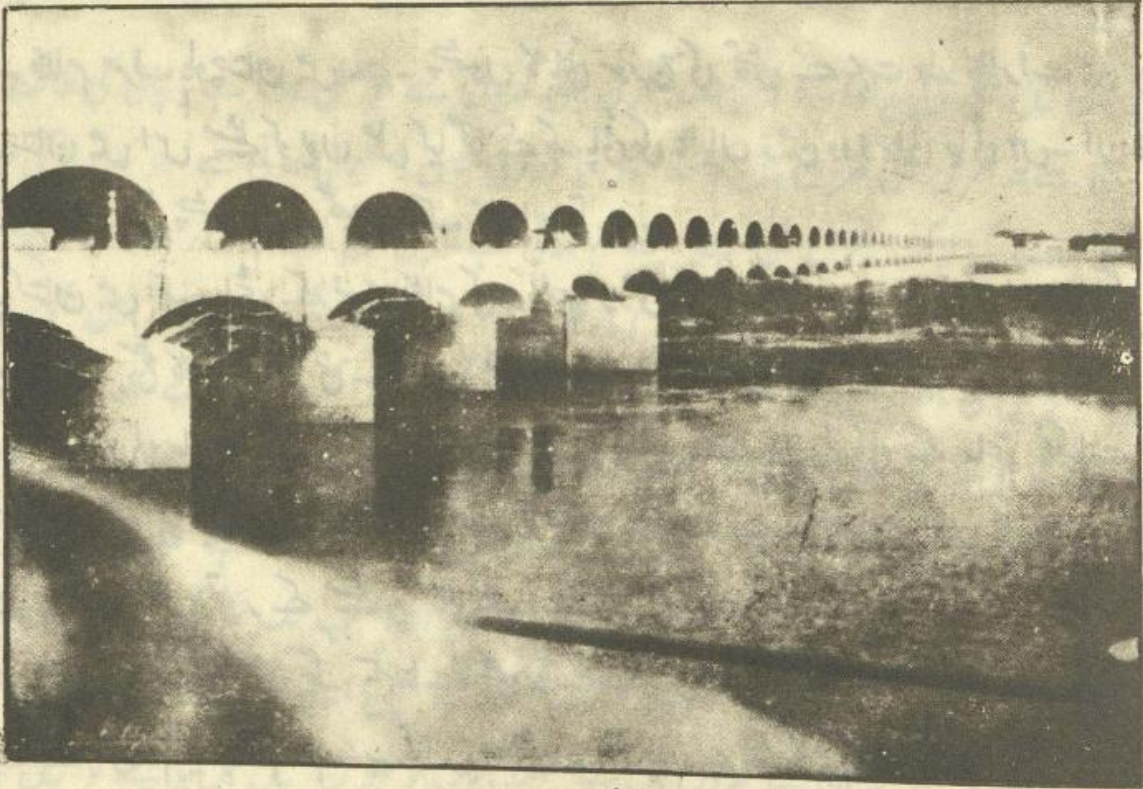
سکھر بیراج

بیراج کے علاوہ دریاؤں پر بہت بڑے بڑے بند بھی باندھے گئے ہیں' جن کو ڈیم کہتے ہیں۔ ان کا اہم مقصد بجلی پیدا کرنا ہے لیکن ان سے نہریں نکال کر آب پاشی بھی کی جاتی ہے۔ بجلی سے کارخانوں کی مشینیں کام کرتی ہیں اور اس طرح صنعت و تجارت کو فروغ مل رہا ہے۔

پاکستان کے چند بڑے ڈیم مندرجہ ذیل ہیں:

1- دریائے جہلم پر منگلا ڈیم۔ 2- دریائے سندھ پر تربیلا ڈیم۔ 3- دریائے کابل پر وارسک ڈیم۔

تالاب

تالابوں کی مدد سے آب پاشی کا طریقہ قدیم زمانے سے استعمال کیا جاتا ہے۔ مغربی پہاڑوں کے دامن میں جگہ جگہ مصنوعی جھیلیں بنائی گئی ہیں۔ موسم برسات میں چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کا پانی روک کر ان جھیلوں میں ڈال دیا جاتا ہے اور ضرورت پڑنے پر جھیلوں یا تالابوں سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ پوٹھوہار کے علاقے میں بھی ایسے تالاب پائے جاتے ہیں۔ صوبۂ سندھ کے تھر کے علاقے میں بھی یہ رواج عام ہے۔

5- کاریز

یہ نظام صرف بلوچستان میں ہے۔ چشموں کا پانی سورج کی تپش سے بہت جلد بخارات بن کر اُڑ جاتا ہے۔ بلوچستان میں اس مسئلے کو یوں حل کیا گیا ہے کہ پانی کی نالیاں زمین دوز بنائی جاتی ہیں۔ ان زمین دوز نالیوں کے ذریعے پانی چشموں سے کھیتوں تک پہنچایا جاتا ہے۔

پاکستان میں آب پاشی کے نہری نظام کی بدولت زرعی پیداوار میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ مگر اس سے زیر زمین پانی کی سطح کافی بلند ہو گئی ہے اور بعض جگہوں پر یہ پانی سطح تک آجاتا ہے جس سے زمین دلدلی بن جاتی ہے۔ یہ سیم کی حالت ہے۔ کچھ علاقوں میں نیچے سے اوپر آنے والے پانی کے ساتھ نمکیات بھی بالائی سطح کی مٹی میں جمع ہو جاتے ہیں جس سے تھور کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ دونوں حالتوں میں زمین کاشت کے قابل نہیں رہتی۔ سیم و تھور کے مسئلے پر قابو پانے کے لیے ٹیوب ویل لگا کر زمین کا فاضل پانی دوبارہ نہروں میں واپس ڈالا جاتا ہے۔ بعض جگہ سیم نالے بھی بنائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ نمک کی زیادتی کو کلر گھاس کی کاشت سے بھی کم کیا جا رہا ہے۔ یہ گھاس مویشیوں کے چارے کے کام بھی آتی ہے۔

واپڈا (WAPDA)

واپڈا ہمارے ملک کا ایک اہم ترین ادارہ ہے۔ اس کا بنیادی مقصد بجلی کی پیداوار اور اس کی مناسب تقسیم اور دیکھ بھال ہے۔ پاکستان میں زیادہ مقدار میں بجلی تربیلا ڈیم' منگلا ڈیم اور وارسک ڈیم میں پیدا کی جاتی ہے۔ ان ڈیموں میں پانی کو اوپر سے گرا کر ٹربائن چلائے جاتے ہیں' جس کی مدد سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ واپڈا کے ماہرین ملک کے دریاؤں کے پانی اور پہاڑوں پر برف کو دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ آئندہ سال گرمیوں میں دریاؤں میں پانی کتنا ہو گا تاکہ بجلی کی پیداوار اور اس کی مناسب تقسیم کی جاسکے۔

صنعتی ترقی کے لیے توانائی کا کافی مقدار میں ہونا لازمی ہے اس لیے واپڈا کے افسران اور ماہرین ہر وقت بجلی کے وسائل کو بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے لیکن صنعتی میدان میں بھی آگے بڑھ رہے ہیں اور اب ہمارا ملک صنعتی ملک بن رہا ہے۔ ملک کی صنعتی اور زرعی ترقی کے لیے برقی توانائی کی اشد ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ توانائی ہی کسی ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ تمام صنعتی پیداوار میں بجلی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بجلی کے بغیر زراعت کی ترقی بھی مشکل ہے۔ زمین کی آبپاشی کے لیے ٹیوب ویل استعمال کیے جاتے ہیں' جو بجلی سے چلتے ہیں اور گھریلو استعمال میں بجلی کاروبار زندگی کا اہم حصہ بن گئی ہے۔

پاکستان میں بجلی کی پیداوار کا بیشتر حصہ تھرمل بجلی گھروں سے حاصل ہوتا ہے یا پانی کی طاقت سے چلنے والی ٹربائین سے۔ تھرمل بجلی گھروں میں کوئلہ' تیل یا قدرتی گیس استعمال ہوتی ہے' جو کافی مہنگی پڑتی ہے۔ پن بجلی کے بنانے کی لاگت تھرمل بجلی سے بہت کم ہوتی ہے۔ پن بجلی کا دارومدار ہمارے آبی وسائل پر ہے۔ سردیوں میں جب پانی دریاؤں میں بہت کم ہوجاتا ہے' اس وقت بجلی کی پیداوار میں بھی خاصی کمی ہوجاتی ہے۔ مگر بجلی کی مانگ اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے کارخانے جزوی طور پر بند کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح ہماری صنعتی پیداوار کم ہوجاتی ہے' جو ملک کے لیے نقصان دہ ہے۔

بجلی کی پیداوار میں اضافہ ایک دم نہیں ہوسکتا۔ اس میں کافی وقت لگتا ہے' بجلی کی پیداوار اگر بڑھ بھی جائے' لیکن جب تک بجلی کے استعمال کا انتظام مناسب نہیں ہوگا' تب تک بجلی کی کمی اپنی جگہ پر بدستور قائم رہے گی۔ اس بجلی کی کمی کو کسی حد تک پورا کرنے کے لیے ہمیں اپنے بجلی کے خرچ پر کڑی نظر رکھنی چاہیے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہمارے گھروں میں بے مقصد بتیاں تو روشن نہیں ہیں یا پنکھے تو نہیں چل رہے ہیں یا ہمارے دفتروں' کارخانوں' دکانوں پر بے مقصد بجلی تو ضائع نہیں ہو رہی ہے۔ جب تک ہمارے ملک کا ایک ایک فرد بجلی کی اس بچت میں حصہ نہیں لے گا' ہم اس کمی پر کبھی قابو نہ پاسکیں گے۔

بجلی کے صارفین خواہ وہ خانگی ہو یا صنعتی جب تک وہ اس کا مناسب اور ضرورت کے مطابق استعمال نہیں کریں گے اس وقت تک ہمارا ملک لوڈشیڈنگ کی لعنت میں مبتلا رہے گا اور ہم پریشانی میں گھرے رہیں گے۔

ہمارے لیے لمحہ فکر ہے کہ اگر بجلی کم ہوگی تو صنعتی یونٹ متاثر ہوگا جس کی وجہ سے صنعتی پیداوار کم سے کم ہوگی۔ جب پیداوار کم ہوگی اس کا اثر ملک کی ترقی پر ہوگا اور جب ملک کی ترقی متاثر ہوگی تو ملک سے خوشحالی ختم ہوجائے گی۔

بھارت میں نظامِ آب پاشی

بھارت میں مجموعی طور پر آب پاشی کے وہ تمام ذریعے استعمال کیے جاتے ہیں جو پاکستان میں رائج ہیں۔ دریائے راوی اور ستلج بھارت سے بہتے ہوئے پاکستان میں داخل ہوتے ہیں۔ دریائے بیاس قدرے چھوٹا دریا ہے۔ یہ دریا بھارت میں ہی دریائے ستلج میں گر جاتا ہے۔ دریائے راوی سے مادھو پور کے مقام پر ایک نہر نکالی گئی ہے۔ دریائے ستلج پر فیروز پور کے مقام پر بند باندھا گیا ہے۔ پھر اس دریا پر بھاگڑہ کے مقام پر ایک بڑا بند باندھ کر کئی نہریں نکالی گئی ہیں۔ ان سب نہروں کے پانی کو صرف بھارت استعمال کرتا ہے۔ وادیٔ گنگا کی زمین سندھ کی وادی کی طرح نہایت زرخیز ہے۔ جنوبی حصوں میں بارش کم ہوتی ہے اور کھیتی باڑی کے لیے پانی کم ہوتا ہے۔ اس لیے دریائے گنگا اور جمنا سے دو دو نہریں نکالی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ بنگال میں فراخا کے مقام پر بند بنایا گیا ہے تاکہ زراعت کے لیے پانی کی مناسب مقدار مل سکے۔

جنوبی بھارت میں دریائے کاویری، دریائے کرشنا، دریائے مہاندی اور دریائے گوداوری پر بند باندھ کر نہریں نکال کر کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ راجستھان، دکن اور کئی دوسرے علاقوں میں آب پاشی کے لیے تالاب اور کنوئیں بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔

بنگلہ دیش میں نظامِ آب پاشی

بنگلہ دیش میں آب پاشی کا نظام جنوبی ایشیا کے دوسرے ممالک سے کچھ مختلف ہے۔ یہاں بارش کثرت سے ہوتی ہے۔ اور موسم برسات میں تمام دریاؤں میں سیلاب آجاتا ہے اس لیے سیلاب اور بارش کے پانی کی نکاسی بنگلہ دیش کا بڑا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے دریاؤں کے کناروں کو مضبوط اور اونچا کیا گیا ہے۔ وہاں آب پاشی کے منصوبوں میں منصوبہ کباڈک، تیستا بیراج اور کرنافلی کا منصوبہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان منصوبوں کے تحت کھیتوں کو پمپوں کے ذریعے پانی دیا جاتا ہے۔

نیپال اور بھوٹان میں نظامِ آب پاشی

نیپال بلند پہاڑوں سے گھرا ہوا ملک ہے۔ پہاڑی حصوں میں بارش کثرت سے ہوتی ہے۔ جنوب میں دریائے راپتی اور کوزی کی وادیوں میں نہری نظام سے آب پاشی کی جاتی ہے۔

بھوٹان بھی پہاڑوں سے گھرا ہوا ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ جنگلوں کو کاٹ کر کاشت کے لیے زمین تیار کی گئی ہے اور زمین کو مقامی ندی نالوں کی مدد سے سیراب کیا جاتا ہے۔

سری لنکا اور جزائر مالدیپ میں نظام آب پاشی

سری لنکا میں بارش کثرت سے ہوتی ہے اور سیلاب بھی آتے رہتے ہیں۔ اس لیے وہاں بھی نکاسئ آب کبھی کبھی بڑا مسئلہ بن جاتا ہے۔ کم بارش والے علاقوں اور خشک علاقوں میں نہروں سے آب پاشی کی جاتی ہے۔ جزائر مالدیپ میں زراعت نہ ہونے کے برابر ہے۔

3- اہم زرعی پیداوار

جنوبی ایشیا کے تمام ممالک بنیادی طور پر زرعی ممالک ہیں۔ یہاں کے لوگوں کا پیشہ صدیوں سے کاشت کاری رہا ہے۔ تقریباً 75 فی صد آبادی کا تعلق زراعت سے ہے۔

جنوبی ایشیا کے ممالک کی اہم زرعی پیداوار مندرجہ ذیل ہے۔

چاول

چاول کی کاشت کے لیے کافی پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے جنوبی ایشیا کے وہ حصے جہاں بارش کثرت سے ہوتی ہے چاول کی کاشت کے لیے نہایت موزوں ہیں۔

ایسے علاقے بھی ہیں جہاں بارش کم ہوتی ہے مگر نہری نظام سے پانی وافر مقدار میں دستیاب ہے، چاول کی کاشت کے لیے موزوں ہیں۔ پاکستان میں صوبۂ پنجاب اور سندھ چاول کی کاشت کے لیے مشہور ہیں۔ بھارت میں آسام، بنگال، اترپردیش، بہار، مشرقی اور مغربی گھاٹ اس کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔ بنگلہ دیش میں یہ روز مرّہ کی غذا ہے۔ چٹاگانگ کی پہاڑیوں کے علاوہ ہر جگہ چاول کی کاشت ہوتی ہے۔ بھوٹان اور نیپال کی دریائی وادیوں میں بھی چاول بویا جاتا ہے۔ سری لنکا میں بھی چاول بڑی کثرت سے بویا جاتا ہے۔ جزائر مالدیپ کے ساحلی علاقوں میں چاول کی کاشت ہوتی ہے۔

گندم

جنوبی ایشیا میں گندم کی کاشت صدیوں سے ہو رہی ہے۔ پاکستان اور بھارت میں آبادی کے بہت بڑے حصے کی روزانہ کی غذا گندم ہے۔ پاکستان میں صوبۂ پنجاب اور سندھ کے دریاؤں کی وادیوں میں اس کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے۔ صوبۂ سرحد کے نہری علاقوں میں بھی گندم بوئی جاتی ہے۔ بھارت میں گندم کی کاشت وادئ گنگا کے علاوہ بھارتی پنجاب اور مدھیہ پردیش میں کی جاتی ہے۔ نیپال، بھوٹان اور سری لنکا کے خشک علاقوں میں بھی گندم کی کاشت ہوتی ہے۔

جنوبی ایشیا
زرعی پیداوار
کلومیٹر 600 400 200 0 200 کلومیٹر
افغانستان
پاکستان
بھارت
نیپال
بھوٹان
دریائے سندھ
دریائے گنگا
مائنمار
بحیرۂ عرب
خلیج بنگال
سری لنکا
جزائر مالدیپ
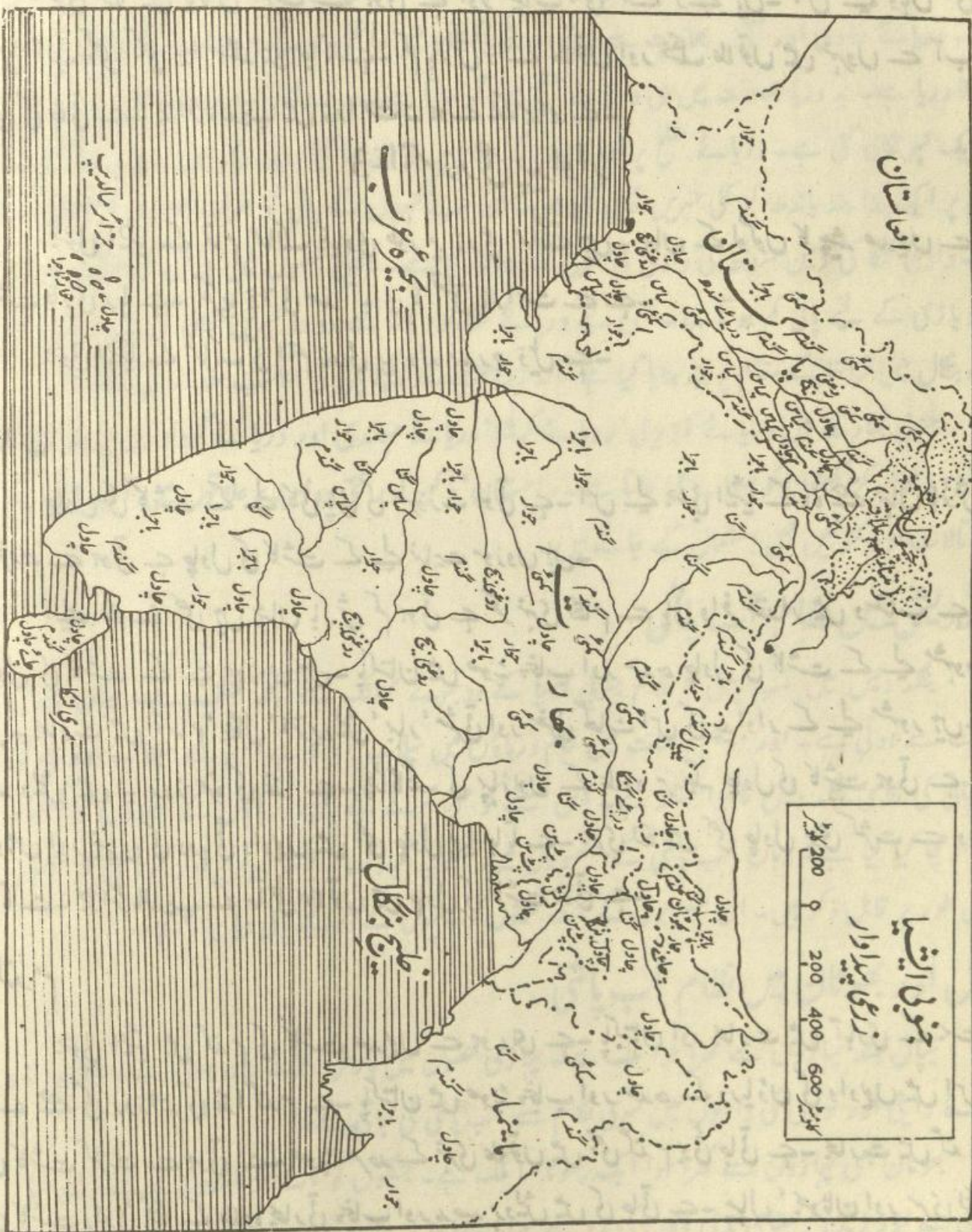
جوار اور باجرا

جوار اور باجرا عام طور پر خشک علاقوں میں جہاں بارش کم ہوتی ہو کاشت کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں زیادہ تر اس کی کاشت، تھر، بہاولپور اور پوٹھوہار میں کی جاتی ہے۔ بھارت میں راجستھان اور دکن میں اسے بویا جاتا ہے۔ نیپال، بھوٹان اور جزائر مالدیپ میں بھی جوار اور باجرا کاشت کیا جاتا ہے۔ نیپال، بھوٹان اور جزائر مالدیپ میں بھی جوار اور باجرا کاشت کیا جاتا ہے۔

مکئی

پاکستان میں مکئی کی کاشت زیادہ تر صوبۂ پنجاب، سندھ اور سرحد کے نہری علاقوں میں ہوتی ہے۔ بنگلہ دیش میں اسے صرف چارے کے لیے بویا جاتا ہے۔ نیپال کے کچھ حصّوں میں بھی اسے کثرت سے بویا جاتا ہے۔

گنّا

جنوبی ایشیا میں گنّا پاکستان اور بھارت میں زیادہ کاشت کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں صوبۂ سرحد، پنجاب اور سندھ کے نہری علاقوں میں گنے کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے۔ بھارت میں دریائے گنگا کی وادی کا وہ علاقہ جو نہری ہے اس کی کاشت کے لیے مشہور ہے۔ بنگلہ دیش میں بھی گنّے کی کاشت ہوتی ہے۔ نیپال اور بھوٹان کے گرم علاقوں میں بھی گنّے کی کاشت ہوتی ہے۔

تیل نکالنے والے بیج یا تلہن

بنولہ، سرسوں، توریا، مونگ پھلی، رائی، السی، تل اور سورج مکھی ایسے بیج ہیں جن سے تیل نکالا جاتا ہے۔ السی، توریا اور رائی کے تیل کے علاوہ باقی سب تیل کھانے میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ ماضی میں بناسپتی گھی صرف بنولے کے تیل سے بنایا جاتا تھا، مگر اب بناسپتی گھی سویابین اور سورج مکھی کے بیجوں سے بھی بنتا ہے۔ سویابین اور سورج مکھی کی کاشت پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ پاکستان میں یہ فصلیں تقریباً ہر جگہ بوئی جاتی ہیں، مگر صوبۂ پنجاب، سرحد اور سندھ کے نہری علاقوں میں ان کی کاشت بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے۔ بنگلہ دیش میں کہیں کہیں سرسوں بوئی جاتی ہے۔ سری لنکا اور جزائر مالدیپ میں ناریل سے تیل حاصل کیا جاتا ہے۔

کپاس

جنوبی ایشیا میں اس کی کاشت بڑے پیمانے پر کی جاتی ہے۔ کپاس کو چاندی کا ریشہ اور نقدی کی فصل بھی کہا جاتا ہے۔۔ پاکستان میں اس کی کاشت صوبہ پنجاب اور سندھ کے نہری علاقوں میں کی جاتی ہے۔ پاکستان میں کپاس ضرورت سے زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اس کی بڑی مقدار برآمد کی جاتی ہے۔ بھارت میں کپاس اتر پردیش میں ہوتی ہے۔ بنگلہ دیش میں کپاس صرف شمال مغربی حصّوں میں ہوتی ہے۔

پٹ سن

پٹ سن کی فصل زیادہ تر ان علاقوں میں ہوتی ہے جہاں بارش کثرت سے ہوتی ہے۔ پٹ سن کی سب سے زیادہ کاشت جنوبی ایشیا میں ہوتی ہے اور وہ بھی صرف دریائے گنگا اور برہم پتر کی زیریں وادیوں میں۔ دنیا کی پیدا ہونے والی پٹ سن کی تقریباً آدھی مقدار صرف بنگلہ دیش میں ہوتی ہے۔ پٹ سن کو سنہری ریشہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے ریشے سے بوریاں، ٹاٹ، دریاں، رسیاں، نمدے، قالین، کینوس اور کپڑے بنائے جاتے ہیں۔ بھارت میں پیدا ہونے والا پٹ سن اتنا عمدہ نہیں ہے۔

چائے

دنیا میں سب سے زیادہ چائے جنوبی ایشیا میں پیدا ہوتی ہے۔ بھارت، سری لنکا اور بنگلہ دیش چائے کی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔ پاکستان میں ہزارہ کے مقام پر اسے بونے کا تجربہ قدرے کامیاب ثابت ہوا ہے۔

تمباکو

تمباکو، پٹ سن اور چائے کی طرح نقدی حاصل کرنے کی بہترین فصل ہے۔ جنوبی ایشیا کی زرعی پیدوار میں اس کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ تمباکو نوشی کا رواج اگرچہ عام ہے لیکن اس کا استعمال صحت کے لیے مضر ہے۔ تمباکو نوشی سے بہت ساری بیماریاں مثلاً کھانسی، دمہ، دل کا دورہ، کینسر اور پھیپڑوں کے بہت سارے امراض جنم لیتے ہیں۔ نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والے لوگوں کی عمر عموماً کم ہو جاتی ہے اور ان کے استعمال سے خاندان پر غیر ضروری بوجھ پڑتا ہے۔ لہٰذا ان سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔ پاکستان میں صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں پوست اور بھنگ کی فصلیں غیرقانونی طور پر کاشت کی جاتی ہیں جن سے افیون اور چرس حاصل ہوتی ہے اور افیون سے ہیروئن اور دوسری منشیات بنائی جاتی ہیں جو انسانی زندگی کے لیے تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ پاکستان میں تمباکو کی کاشت ہزارہ، ایبٹ آباد، پشاور، اٹک، ساہیوال، سرگودھا

حیدر آباد اور سکھر میں ہوتی ہے۔ مردان کا تمباکو نہایت اعلیٰ قسم کا ہے۔ بھارت میں تمباکو حیدر آباد دکن، مدراس، مشرقی پنجاب، بنگال، مدھیہ پردیش اور اترپردیش میں ہوتا ہے۔ بنگلہ دیش میں اسے رنگ پور، میمن سنگھ اور نواکھالی میں بویا جاتا ہے۔ تمباکو کی تھوڑی سی کاشت نیپال میں بھی ہوتی ہے۔

دالیں

پاکستان میں صوبہ سرحد، پنجاب اور سندھ میں دال کی کاشت بڑے پیمانے پر ہوتی ہے۔ بھارت میں دالیں حیدر آباد دکن، مدراس، راجستھان، مدھیہ پردیش، اترپردیش اور بہار میں بھی کاشت کی جاتی ہیں۔ نیپال اور سری لنکا کے خشک علاقوں میں بھی تھوڑی مقدار میں دالیں کاشت کی جاتی ہیں۔ دالیں پروٹین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔

دالیں پروٹین کے حصول کا بہت اچھا ذریعہ ہیں۔ ہمارے ملک میں غربت کے باعث لوگ گوشت حاصل نہیں کرسکتے لیکن دالیں اس کا اچھا نعم البدل ہیں۔ دالوں سے حاصل کردہ پروٹین گوشت کے مقابلے میں صحت کے لیے زیادہ مفید ہیں۔

سبزیاں

جنوبی ایشیا کے تمام علاقوں میں ضرورت کے مطابق ہر طرح کی سبزیاں کاشت کی جاتی ہیں چونکہ اکثر سبزیاں نازک اور جلد خراب ہوجانے والی ہوتی ہیں اس لیے قریبی منڈی ہی میں فروخت کی جاتی ہیں۔ جنوبی ایشیا میں آلو اور پیاز بڑی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔

تازہ سبزیاں جو وٹامن سے بھرپور ہوتی ہیں صحت کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ کچی سبزیاں اگر دھو کر کھائی جائیں تو صحت کے لیے مفید ثابت ہوتی ہیں۔

پھل

یہ بھی انسان کی اہم غذا ہیں۔ ان سے مختلف قسم کے مشروبات، اچار، چٹنیاں، مربے، جام اور بہت سی دوسری اشیاء بھی بنتی ہیں۔

پھلوں کا باقاعدگی سے استعمال ضروری ہے۔ پھل مختلف قسم کے وٹامن فراہم کرتے ہیں۔ خشک میوے تندرستی و طاقت کے لیے بہترین غذا ہیں۔ تعلیم کے عام ہونے سے لوگوں کو اب پھل سبزیوں اور

والوں کی اہمیت کا اندازہ ہو رہا ہے۔ متوازن غذا بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ متوازن غذا وہی ہے جس میں کثرت سے پھل سبزی وغیرہ شامل ہوں۔

پاکستان کے تمام علاقوں میں مختلف قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ صوبہ پنجاب میں آم، مالٹا، کینو، امرود اور خربوزہ بہت ہوتے ہیں۔ صوبۂ سندھ میں آم، کیلا اور کھجور۔ صوبہ سرحد میں امرود اور خشک میوہ۔ صوبہ بلوچستان میں انگور، انار، سیب، خوبانی، آڑو، چیری اور کھجور مشہور ہیں۔

بھارت کے مشہور پھل آم، مالٹا، سنگترہ، امرود اور کیلا ہیں۔ سری لنکا اور مالدیپ میں پھلوں کے وسیع باغات ہیں۔ ناریل کی پیداوار کے لیے تو یہ دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ بھوٹان میں پھل کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں ناشپاتی، آڑو، خوبانی اور بادام زیادہ مشہور ہیں۔ بنگلہ دیش میں کیلا، اناس اور ناریل کافی پیدا ہوتے ہیں۔

نیپال میں انار، سیب، بادام خوبانی اور آڑو وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

4- معدنیات

جنوبی ایشیا معدنیات کے لحاظ سے ابھی اتنا خوش نصیب نہیں اور معدنیات کے بغیر صنعتی ترقی ممکن نہیں۔ اس کمی کو دور کرنے کے لیے جنوبی ایشیا کے تمام ممالک معدنیات کے ذخائر تلاش کر رہے ہیں۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق جنوبی ایشیا میں معدنیات کے ذخائر کی کمی نہیں۔ پاکستان میں جو بھی معدنی وسائل ہیں وہ آبادی کے اضافے کی وجہ سے بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق بہت کم ہیں۔ آیئے جنوبی ایشیا میں موجود معدنیات کا جائزہ لیں۔

کوئلہ

کوئلہ ایک اہم معدنی پیداوار ہے۔ دنیا کے اکثر صنعتی ممالک کی ترقی کا راز اسی معدنی دولت پر ہے۔ پاکستان میں کوئلہ بہت تھوڑی مقدار میں نکالا جاتا ہے اور اس کی قسم بھی اچھی نہیں۔ کوئلے کے ذخیرے زیادہ تر کوہ نمک، لاکھڑا، جھمپیر اور سطح مرتفع بلوچستان میں ہیں۔ تھر (سندھ) کے علاقے میں عمدہ قسم کے کوئلے کے بہت سے ذخائر دریافت ہوئے ہیں۔ بھارت میں اچھی قسم کا کوئلہ ملتا ہے۔ بھارت میں کوئلے کی مشہور کانیں جھریار (بہار) اور رانی گنج (مغربی بنگال) میں ہیں۔ بنگلہ دیش میں بوگرہ میں عمدہ کوئلے کے کچھ بڑے ذخائر معلوم ہوئے ہیں۔ کچے کوئلے کے بہت بڑے ذخائر کئی ضلعوں خاص طور پر سلہٹ، کھلنا اور فرید پور میں ہیں۔

پٹرولیم

صنعتی ترقی کے لیے پٹرول یا معدنی تیل کسی صورت بھی کوئلے سے کم نہیں۔ موجودہ دور میں کاریں، لاریاں، آبی جہاز، ہوائی جہاز اور ریل گاڑیاں معدنی تیل یا اس سے حاصل کیے گئے تیل یا گیس سے چلائی جاتی ہیں۔ جنوبی ایشیا میں فی الحال پٹرول کی کمی ہے۔ مگر ماہرین کی رائے ہے کہ جنوبی ایشیا میں تیل کے بڑے بڑے ذخائر ہیں۔ پاکستان میں ضلع اٹک، ڈیرہ غازی خان اور ڈھوڈک (پنجاب) میں پٹرول دریافت ہوا ہے۔ ضلع حیدر آباد، سانگھڑ اور بدین (سندھ) میں بھی تیل دریافت ہوا ہے۔ حال ہی میں پاکستان کے ساحلی علاقے میں پٹرول ملا ہے۔ مزید پٹرول دریافت ہونے کی قوی امید ہے۔ بھارت میں پٹرول صوبہ آسام اور کاٹھیاواڑ میں نکالا جاتا ہے۔ ممبئی کے ساحلی علاقے سے بھی پٹرول حاصل کیا جاتا ہے۔ بنگلہ دیش کے ساحلی علاقے اور دوسرے کئی مقامات پر کچھ پٹرول نکالا جا رہا ہے اور مزید پٹرول کی تلاش جاری ہے۔

قدرتی گیس

صنعتی دور میں قدرتی گیس بڑی نعمت ہے۔ یہ گیس معدنی تیل کی بخاراتی شکل ہے۔ پاکستان میں 1952ء میں پیٹرول کی تلاش جاری تھی کہ بلوچستان میں سوئی کے مقام پر گیس کا بہت بڑا ذخیرہ دریافت ہوا۔ اس ناطے سے اس گیس کا نام ہی سوئی گیس پڑ گیا۔ سوئی گیس کی دریافت نے پاکستان میں ایک نئے صنعتی باب کا آغاز کیا۔ یہ گیس نہ صرف کارخانوں بلکہ گھروں میں بھی بطور ایندھن استعمال ہوتی ہے۔ سوئی کے علاوہ پاکستان میں قدرتی گیس ڈھوڈک، ڈھلیاں، میال اور بدین (سندھ) میں بھی دریافت ہوئی ہے۔ اس گیس سے مصنوعی کھاد بھی تیار کی جاتی ہے۔ بنگلہ دیش میں قدرتی گیس سلہٹ، کومیلا اور چٹاگانگ میں ملی ہے۔

لوہا

لوہا ایک بہت ہی اہم دھات ہے۔ اس سے عمارتی سامان، ریل کی پٹڑیاں، اسلحہ اور بے شمار دوسری اشیاء بنتی ہیں۔

پاکستان میں لوہے کے ذخائر کالا باغ، چترال، ہزارہ اور بلوچستان کے مختلف علاقوں میں ہیں۔

بھارت دنیا بھر میں لوہا پیدا کرنے والا پانچواں بڑا ملک ہے۔ بھارت میں لوہا زیادہ تر بہار اور اڑیسہ کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے۔ ان کے علاوہ مدھیہ پردیش اور میسور میں بھی اس کی کانیں موجود ہیں۔ لیکن ان سے بہت کم لوہا نکلتا ہے۔

لوہا نیپال کی اہم معدنیات میں شمار ہوتا ہے۔

بنگلہ دیش میں چٹاگانگ میں لوہے کے ذخائر کا پتہ لگایا گیا ہے۔

معدنی نمک

نمک ہماری روز مرہ زندگی میں بڑی کار آمد چیز ہے۔ کھانوں کے علاوہ اسے صنعتی مقصد اور ادویات میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ عام طور پر دنیا کے دوسرے ممالک میں سمندر کے پانی کو خشک کر کے نمک حاصل کیا جاتا ہے، مگر پاکستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی نمک کی کانیں پاکستان کی سرزمین پر ہیں۔ سب سے زیادہ نمک کھیوڑہ کے مقام سے نکالا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کوہاٹ، کالا باغ اور تھر (سندھ) میں بھی نمک کی کانیں دریافت ہوئی ہیں۔ بھارت میں نمک کی کانیں نہیں ہیں اس لیے بھارت میں

نمک راجستھان کی جھیل سانبھر کے پانی سے بنایا جاتا ہے۔ بنگلہ دیش میں بھی سمندر کے پانی کو خشک کر کے نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

کرومائیٹ

کرومائیٹ فولاد بنانے، رنگ سازی اور فوٹو گرافی کی صنعت میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ کچّی دھات کی صورت میں ملتا ہے۔ پاکستان میں کرومائیٹ کی کانیں مسلم باغ، چاغی، خاران، وزیرستان، پارا چنار اور ہزارہ میں پائی جاتی ہیں۔

سنگِ مرمر

یہ کئی رنگوں ملتا ہے۔ مثال کے طور پر سفید، سیاہ، لال، گلابی وغیرہ۔ پاکستان میں صوبۂ بلوچستان میں سبز اور ملے جلے رنگوں کا سنگ مرمر ملتا ہے جو بہت ہی خوبصورت اور قیمتی ہے۔ اس کے علاوہ سنگ مرمر مردان، سوات، دیر، ہزارہ اور ضلع اٹک میں بھی ملتا ہے۔ سنگِ مرمر کی برآمد سے پاکستان کافی مقدار میں زرِ مبادلہ کما رہا ہے۔ بھارت میں بھی اتر پردیش، جے پور، جودھ پور اور چتوڑ میں سنگِ مرمر موجود ہے۔

تانبا

تانبا ایک نرم دھات ہے۔ عام طور پر اس سے برتن وغیرہ بنائے جاتے تھے، مگر آج کل اس سے برتنوں کے علاوہ بجلی کے تار بھی بنائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں تانبے کے ذخائر صوبۂ سرحد اور بلوچستان میں ملتے ہیں۔ بھارت میں تانبے کی کانیں صوبہ بہار میں پائی جاتی ہیں۔

مینگنیز

مینگنیز فولاد سازی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس کے ذخائر ضلع ژوب (بلوچستان) اور ایبٹ آباد (سرحد) میں دریافت ہوئے ہیں۔ بھارت میں مینگنیز بہار، مدھیہ پردیش، اڑیسہ، میسور اور چنائی میں کثرت سے ملتا ہے۔

سوالات

1 ------ کسی علاقے کی نباتات کا انحصار کن کن باتوں پر ہے ؟

2 ------ جنگلات کے خاص خاص فائدے بیان کریں۔

3 ------ پاکستان میں آب پاشی کے کون کون سے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں؟ تفصیل سے بیان کریں۔

4 ------ جنوبی ایشیا کے ریگستانی علاقے کون کون سے ہیں؟

5 ------ دنیا میں سب سے زیادہ پٹ سن کہاں پیدا ہوتا ہے اور کیوں؟

6 ------ جنوبی ایشیا میں موجود معدنیات کو تفصیل سے بیان کریں۔

7 ------ جنوبی ایشیا کی اہم زرعی پیداوار کو تفصیل سے بیان کریں۔

8 ------ مندرجہ ذیل جملوں کے سامنے درست ہے یا درست نہیں لکھیں۔

i ---- قدرتی وسائل اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا عطیہ ہیں۔ --------------

ii ---- ٹیوب ویل لگا کر سیم و تھور کو کم کیا جا سکتا ہے۔ --------------

iii ---- منگلا ڈیم دریائے چناب پر بنایا گیا ہے۔ --------------

iv ---- پاکستان میں پٹ سن کی کاشت کثرت سے ہوتی ہے۔ --------------

v ---- بھارت میں لوہے کی سب سے بڑی کان ٹاٹا نگر (بہار) میں ہے۔ --------------

vi ---- سوئی گیس کی دریافت نے پاکستان میں نئے صنعتی باب کا آغاز کیا ہے۔ --------------

vii ---- سری لنکا چائے کی پیداوار کے لیے مشہور ہے۔ --------------

viii ---- نہروں میں گندہ پانی فضائی آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ --------------

ix ---- سیم و تھور زراعت کے لیے مفید ہے۔ --------------

x ---- آلودہ پانی جانداروں کے لیے مفید ہے۔ --------------

xi ---- ماحول کی پاکیزگی کے لیے صاف پانی اور صاف ہوا کی ضرورت ہے۔ --------------

عملی کام

1 ------ مختلف درختوں کے پتے اکٹھے کر کے البم میں لگائیں اور ان کے نام لکھیں۔

2 ------ اپنے علاقے میں پیدا ہونے والی فصلوں کے نمونے اکٹھے کریں اور ان کے، نام لکھیں۔

3 ------ دریا کا ماڈل بنا کر اس پر بیراج بنائیں اور اس سے نہریں نکلتی ہوئی دکھائیں۔

4 ------ مختلف معدنیات کے جو نمونے آپ کو آسانی سے مل سکیں اکٹھے کیجیے۔

پانچواں باب

جنوبی ایشیا کی آبادی

جنوبی ایشیا کا شمار دنیا کے کثیر آبادی والے علاقوں میں ہوتا ہے۔ لیکن محدود وسائل کے پیش نظر آبادی میں تیز رفتار اضافہ تشویشناک ہے۔ آبادی میں اضافے سے شہر پھیل رہے ہیں۔ زیر کاشت رقبے پر نئی نئی کالونیاں بن رہی ہیں۔ اس طرح قابل کاشت رقبہ مسلسل گھٹ رہا ہے جس سے غذائی پیداوار میں بھی کمی ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ اس سے ہماری صحت، رہائش، پانی اور تعلیم کی سہولتوں کو تسلی بخش بنانے میں کافی مشکلات پیش آ رہی ہیں۔

کسی ملک کے وسائل اور آبادی میں جب تک ایک خاص توازن قائم رہتا ہے اس کی افرادی قوت اس کا بہترین سرمایہ ہوتی ہے۔ لیکن جب آبادی وسائل کے مقابلے میں حد سے زیادہ بڑھ جائے تو پھر یہی افراد مسائل کا سبب بنتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ذرائع نقل و حمل، زراعت کے لیے کیمیائی کھاد اور ادویات کا استعمال، کان کنی اور صنعت و حرفت کو فروغ دینے کے لیے کوئلہ، پیٹرولیم اور گیس کا بے دریغ استعمال ایک طرف تو وسائل کی کمی کا احساس دلا رہا ہے تو دوسری طرف ان سے زہریلا مواد اور گیسیں خارج ہوتی ہیں جو ہمارے ماحول کی آلودگی میں برابر اضافے کا موجب بنتی ہیں جو نہ صرف ہمارے لیے مضر ہے بلکہ دوسرے جانداروں، پودوں اور یہاں تک کہ بے جان اشیاء کے لیے بھی نقصان دہ ہے۔

جنوبی ایشیا کے کم و بیش تمام ممالک بنیادی طور پر زرعی ملک ہیں۔ اس لیے یہاں کی 75 فی صد آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ شہری علاقے دیہات کی بہ نسبت زیادہ گنجان آباد ہیں۔ ریگستان اور زیادہ اونچے پہاڑی علاقے یا تو کم آباد ہیں یا غیر آباد ہیں جنوبی ایشیا کی دریائی وادیاں جہاں زمین زرخیز ہے اور آب پاشی کے لیے پانی دستیاب ہے، بڑی گنجان آباد ہیں۔ مثال کے طور پر دریائے سندھ، دریائے گنگا اور دریائے برہم پتر کے میدانی علاقے۔
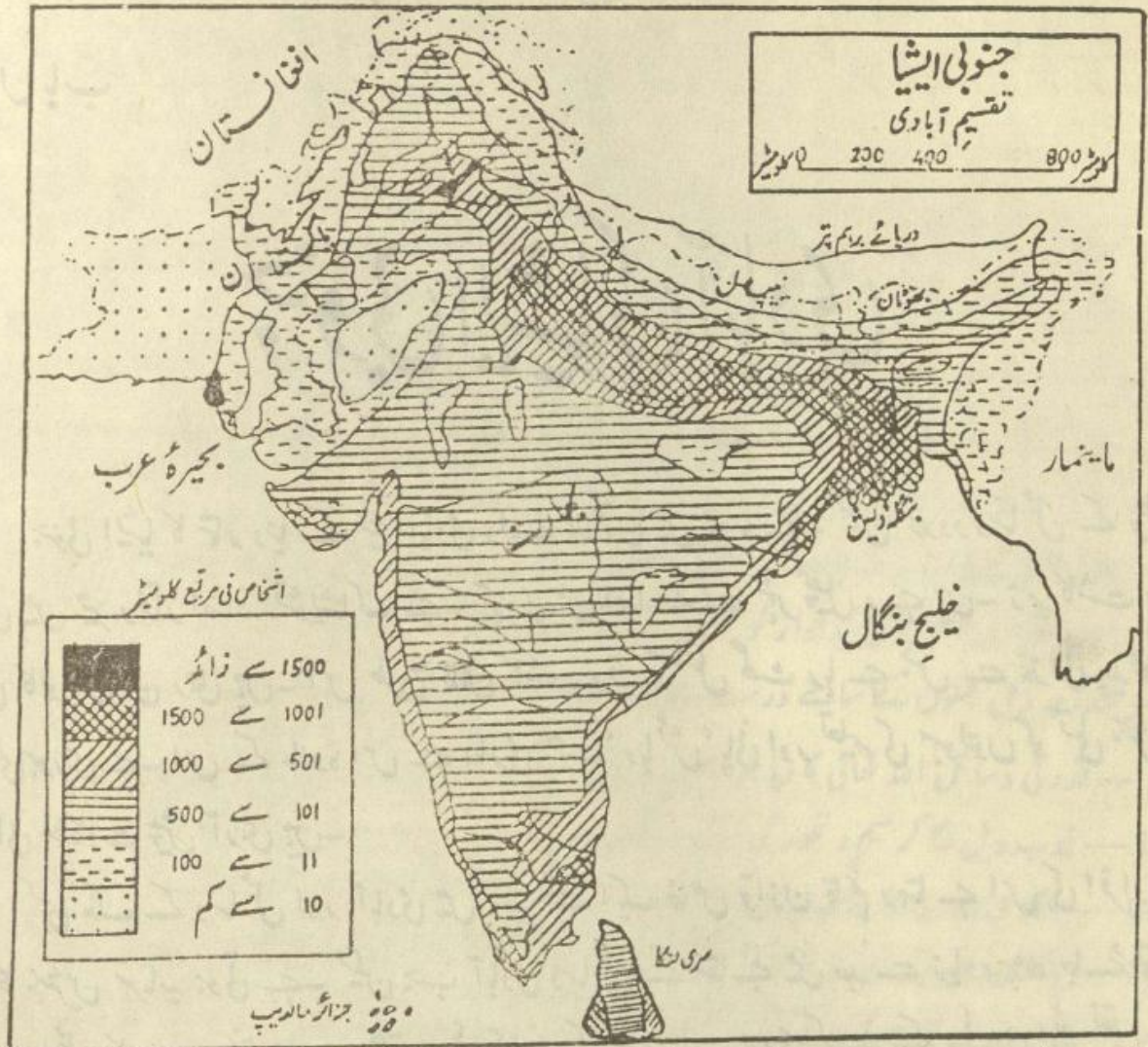
تمام دنیا کی آبادی اس وقت 5,804.1 ملین ہے اور جنوبی ایشیا کی آبادی دنیا کی کل آبادی کا چوتھائی حصہ ہے۔

پاکستان کی آبادی

پاکستان جنوبی ایشیا کا نہایت زرخیز اور گنجان آباد حصّہ ہے۔ 1981ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی 83.782 ملین تھی۔ جبکہ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان کی آبادی 130.58 ملین ہے۔ دریائے سندھ کی وادی پاکستان کا گنجان ترین حصہ ہے۔ یہاں زمین زرخیز ہے اور آب پاشی کی سہولتیں میسر ہیں اس لیے ضروریات زندگی آسانی سے پوری ہو جاتی ہیں۔ کھیتی باڑی اور تجارت عام پیشہ ہے اس لیے کسی نہ کسی قسم کا روزگار مل جاتا ہے۔ زیادہ گنجان آباد کراچی' لاہور' راولپنڈی' ملتان' فیصل آباد' حیدر آباد' گجرانوالہ' پشاور اور مردان ہیں۔ کم آبادی والے علاقوں میں گلگت' ہنزہ' کوہستان' شمال مغربی پہاڑی علاقہ اور تھر کا ریگستانی علاقہ شامل ہے۔ صوبہ پنجاب سب سے زیادہ گنجان آباد ہے جب کہ صوبہ

بلوچستان جو رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا صوبہ مگر اس کی آبادی سب صوبوں سے کم ہے۔ پاکستان بڑی تیز رفتاری سے صنعتی ترقی کر رہا ہے اس لیے آبادی کا رخ اب دیہات سے شہروں کی طرف ہے' جہاں دیہات کی بہ نسبت ترقی کے مواقع اور بنیادی سہولتیں آسانی سے مل جاتی ہیں۔ پاکستان میں مسلمانوں کی آبادی 97 فی صد ہے۔ اس کے علاوہ یہاں عیسائی' ہندو' پارسی اور بدھ مت کے لوگ بھی آباد ہیں۔ پاکستان میں ہر کسی کو اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے کی مکمل اجازت ہے۔

پاکستان کے بڑھتے ہوئے مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ آبادی اور وسائل کا زیاں ہے۔ اس مسئلے کا واحد حل تعلیم ہے۔ اس وقت ناخواندگی پاکستان کے اہم مسائل میں شامل ہے۔ پاکستان کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ہر مرد و عورت محنت کر کے فی کس آمدنی میں اضافہ کرے اور افراطِ زر کے خلاف لڑے۔

بھارت کی آبادی

آبادی کے لحاظ سے بھارت دنیا کا دوسرے نمبر پر آنے والا ملک ہے۔ صرف عوامی جمہوریہ چین آبادی میں بھارت سے بڑا ہے۔ 1996ء کے اندازے کے مطابق یہاں کی کل آبادی تقریباً 953 ملین ہے جس میں مسلمانوں کی بھی ایک معقول تعداد ہے۔

بنگلہ دیش کی آبادی

جنوبی ایشیا میں آبادی کے لحاظ سے بنگلہ دیش تیسرا بڑا ملک ہے۔ اس ملک کی آبادی 1996ء کے اندازے کے مطابق 123.1 ملین ہے۔ بنگلہ دیش ان ممالک میں سے ایک ہے جہاں فی مربع کلو میٹر آبادی بہت زیادہ ہے۔ شمالی بنگلہ دیش میں بہت سے دریا اور ندی نالے بہتے ہیں۔ آبادی کا زیادہ حصہ ان دریاؤں اور ندی نالوں کی وادیوں میں رہتا ہے۔ مجموعی طور پر پورے ملک میں آبادی بہت گنجان ہے۔ صرف چٹاگانگ کی پہاڑیوں اور سندر بن کے علاقوں میں آبادی کا تناسب قدرے کم ہے۔ بنگلہ دیش کے عوام کی اکثریت مسلمان ہے۔ اس کے علاوہ ہندو' بدھ مت اور عیسائی بھی رہتے ہیں۔

نیپال کی آبادی

1996ء کے اندازے کے مطابق نیپال کی کل آبادی 22.5 ملین ہے۔ اس ملک کی وادیاں نہایت زرخیز ہیں۔ ان وادیوں میں کافی گنجان آبادی ہے۔ نیپال کے مشہور شہر کھٹمنڈو' پٹن اور بھٹگاؤں ان علاقوں میں آباد ہیں۔ پہاڑوں پر چھوٹے چھوٹے دیہات ہیں جہاں آبادی اتنی زیادہ نہیں۔ لوگ زیادہ تر ہندو اور بدھ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

سری لنکا کی آبادی

سری لنکا کی آبادی 1996ء کے مطابق 18.6 ملین ہے۔ آبادی کی بڑی اکثریت دیہات میں رہتی ہے۔ یہاں بدھ مت کے پیرو کار اکثریت میں ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں مسلمان، ہندو اور عیسائی بھی رہتے ہیں۔

بھوٹان کی آبادی

بھوٹان کی آبادی 1996ء کے مطابق 1.7 ملین ہے۔ یہ ایک پہاڑی ملک ہے اس کا بڑا حصہ پہاڑوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ بھوٹان کی اکثریت کا تعلق منگول نسل سے ہے، جو بدھ دھرم کو مانتی ہے مگر چوتھائی لوگ ہندو ہیں۔

جزائر مالدیپ کی آبادی

جزائر مالدیپ کی آبادی 1991ء کے اندازے کے مطابق 0.226 ملین ہے۔ آبادی کا زیادہ حصّہ چھوٹے چھوٹے جزیروں میں رہتا ہے۔ پوری کی پوری آبادی مسلمان ہے۔

جنوبی ایشیا کے ممالک کے لوگوں کے اہم پیشے

پیشے سے مراد وہ کام یا ہنر ہے جسے لوگ اپنے گزر اوقات کے لیے اپنا لیتے ہیں۔ ہر شخص یا خاندان کی کچھ نہ کچھ ضروریات ہوتی ہیں، جن کے پورے کرنے کے لیے ہر انسان کو کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے تاکہ اس کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ اس لیے روزی کمانے کے سلسلے میں آدمی جو کام مستقل طور پر کرتا ہے وہ اس کا پیشہ بن جاتا ہے۔ جنوبی ایشیا کے لوگوں کے مندرجہ ذیل اہم پیشے ہیں۔

کاشتکاری

جنوبی ایشیا کے تمام ممالک کا شمار دنیا کے زرخیز زرعی ممالک میں ہوتا ہے۔ خاص طور پر پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں کئی دریا بہتے ہیں۔ جنوبی ایشیا کا نہری نظام دنیا میں آب پاشی کا بہترین نظام مانا جاتا ہے۔ جنوبی ایشیا کے اکثر لوگ دیہات میں رہتے ہیں اس لیے ان کا سب سے اہم پیشہ کاشت کاری ہے۔ ہر سال یہ لوگ بہت سی بنجر زمین کو درست کر کے زیرِ کاشت لے آتے ہیں۔ بھوٹان اور نیپال کے لوگ بھی ایسی زمینوں پر محنت کر کے قابلِ کاشت بنانے لگے ہیں۔ زراعت کے پیشے کی ایک وجہ یہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے دریاؤں کی وادیوں کی زمین قابلِ کاشت اور ہموار ہے۔

دست کاری

جنوبی ایشیا کے لوگ اپنی دست کاری کی وجہ سے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ کچھ لوگ کل وقتی طور پر دست کاری کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان میں ڈیرہ اسماعیل خاں (سرحد) اور ہالہ (سندھ) کے لوگ ایک خاص قسم کی لکڑی جو دریائے سندھ کے کناروں پر پائی جاتی ہے، طرح طرح کی چیزیں بناتے ہیں۔ ملتان کے لوگ اونٹ کی کھال سے مختلف اشیاء بنانے کے ماہر ہیں۔ مری کے لوگ ٹوکریاں اور نمدے بناتے ہیں۔ بھارت میں بنارس میں ساڑیوں پر زری کا کام کیا جاتا ہے۔ سری لنکا کے لوگ ناریل کے خول سے بے شمار چیزیں بناتے ہیں۔ مالدیپ کے لوگ ناریل کے چھلکے سے چٹائیاں بناتے ہیں۔

کان کنی

معدنیات کانوں سے نکالی جاتی ہیں۔ جو لوگ ان کانوں میں کام کرتے ہیں، ان کو کان کن کہا جاتا ہے۔ کان کنی بھی ایک اہم پیشہ ہے۔ پاکستان میں بلوچستان اور پوٹھوہار میں بہت سی کانیں پائی جاتی ہیں، جہاں سے کوئلہ، لوہا، نمک اور دوسری معدنیات نکلتی ہیں۔ ان کانوں میں کئی سو ہزار کان کن کام کرتے ہیں۔ بھارت میں بنگال اور بہار میں کوئلے کی کانیں ہیں۔ یہاں بھی بے شمار لوگ کام کرتے ہیں۔ یہ بڑی محنت کا کام ہے۔

مویشی پالنا

جنوبی ایشیا کے ایسے علاقے جہاں بارش کم ہوتی ہو اور آب پاشی کا بھی خاطر خواہ بندوبست نہ ہو وہاں کے لوگ اپنی گزر اوقات کے لیے مویشی پالتے ہیں۔ پاکستان میں شمالی مغربی پہاڑوں پر بارش کم ہوتی ہے اس لیے صوبہ سرحد اور بلوچستان کے ان علاقوں میں لوگ زیادہ تر بھیڑ بکریاں اور اونٹ پالتے ہیں۔ صوبۂ سندھ میں تھر کے علاقے میں بھی مویشی پالے جاتے ہیں۔ بھارت میں سطح مرتفع دکن میں بارش کم ہوتی ہے اس لیے وہاں بھی مویشی پالے جاتے ہیں۔

ماہی گیری

کچھ لوگ سمندر یا دریاؤں سے مچھلیاں پکڑ کر اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ان لوگوں کو ماہی گیر کہا جاتا ہے۔ جنوبی ایشیا کے تین طرف سمندر ہی سمندر ہے اس لیے پاکستان کے ساحل سے لے کر بنگلہ دیش تک لاکھوں کی تعداد میں ماہی گیر سمندر میں کشتیاں لے جا کر مچھلیاں اور جھینگے پکڑتے ہیں اور انھیں فروخت کر کے اپنی روزی کماتے ہیں۔ پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش اور سری لنکا ماہی گیری کی صنعت میں بہت مشہور ہیں۔

محنت مزدوری

مشینی دور نے ایک نیا طبقہ پیدا کر دیا ہے، جن کو ہم مزدور یا محنت کش کہتے ہیں۔ آج کے دور میں یہ طبقہ بڑا اہم طبقہ ہے۔ جنوبی ایشیا صنعتی میدان میں بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ ہزاروں فیکٹریاں، کارخانے اور ملیں دن رات کام کر رہی ہیں۔ ان کارخانوں میں کئی سو ہزار مزدور کام کرتے ہیں۔ خوش حال محنت کش ملک کی ترقی کے ضامن ہوتے ہیں۔

تجارت

تجارت کا پیشہ بڑا مفید اور کار آمد ہے۔ کھیتوں اور کارخانوں سے لے کر تاجر لوگ گھر تک اشیاء پہنچاتے ہیں۔ جنوبی ایشیا کے ممالک کے بہت سے لوگوں کا پیشہ تجارت ہے۔ اسلام میں اس پیشے کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

صنعت کاری

جنوبی ایشیا کے تمام ممالک اگرچہ بنیادی طور پر زرعی ممالک ہیں تاہم یہ بڑی تیزی سے صنعتی میدان میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ جنوبی ایشیا میں محنت کش آسانی سے مل جاتے ہیں۔ معیار زندگی زیادہ بلند نہ ہونے کی وجہ سے اجرتیں بھی کم ہیں۔ صنعتوں میں استعمال ہونے والا خام مال بھی مقامی طور پر مل جاتا ہے۔

مندرجہ بالا عوامل کی بنا پر جنوبی ایشیا میں صنعت کاری کا نیا پیشہ وجود میں آیا ہے۔ ہر ملک میں کچھ لوگ صنعت کاری کرتے ہیں۔ یعنی صنعتیں لگاتے ہیں اور ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

صنعتوں میں اضافے سے نہ صرف مردوں بلکہ عورتوں کو بھی روزگار کے مواقع ملتے ہیں اور اس طرح مرد اور عورت کے کام کرنے سے خاندان کی آمدنی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ خاندان کا معیار زندگی بلند ہو سکتا ہے اور بہتر وسائل کی مدد سے خاندان کے بچوں کو تعلیم دی جا سکتی ہے۔

دیگر پیشے

جن پیشوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ جنوبی ایشیا کے لوگ (مرد اور عورتیں) اور بھی پیشوں سے منسلک ہیں۔ مثال کے طور پر ملازمت ہر ملک میں کئی ملین لوگ سرکاری ملازم ہوتے ہیں یا نجی کارخانوں، بینکوں، انشورنس کمپنیوں، اسکولوں، کالجوں اور اسپتالوں میں کام کرتے ہیں۔ یہ سب لوگ مل کر معاشرے کی خدمت کرتے ہیں کسی ملک کو خوش حال بنانے میں ان کا بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔

جنوبی ایشیا کے ممالک کے بچّے

دنیا بھر کے بچے تقریباً ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔ معصوم سے چہرے، چمکتی آنکھیں، چست اور پھرتیلے۔ کھیل کود ان کا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے۔ ان کی فطرت بھی تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے۔ تاہم ان کے لباس، کھیل کود اور خوراک پر مقامی حالات کا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ بچے جوں جوں عمر میں بڑھتے ہیں اپنے مذہب اور تہذیب کا اثر قبول کرنے لگتے ہیں۔

جنوبی ایشیا وسیع رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس لیے مختلف حصّوں کی آب و ہوا اور دوسرے جغرافیائی عوامل بھی مختلف ہیں۔ شمالی علاقے سخت سرد ہیں۔ میدانی اور ریگستانی علاقوں میں موسم گرما طویل ہوتا ہے۔ ساحلی علاقوں میں موسم خوش گوار ہوتا ہے۔ ان عوامل کے رد عمل کے طور پر بچوں کے طرزِ زندگی میں بھی کہیں کہیں نمایاں فرق ہے۔ آیئے جنوبی ایشیا کے ممالک کے بچوں کا مختصر جائزہ لیں۔

پاکستانی بچّے

پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے جس میں چار صوبے ہیں۔ ان صوبوں کے جغرافیائی حالات قدرے مختلف ہیں تاہم ان میں اسلامی اقدار ایک جیسی ہیں۔ جن کی جھلک بچوں کی زندگی میں دیکھی جا سکتی ہے۔

صوبۂ سرحد اور بلوچستان کا بڑا حصّہ پہاڑی ہے۔ یہاں کے بچّوں کا رنگ سرخ و سفید ہوتا ہے۔ لڑکوں کا عام طور پر لباس شلوار قمیض ہے مگر قمیض ڈھیلی ڈھالی اور شلوار بھاری ہوتی ہے۔ قمیض کے اوپر واسکٹ پہنتے ہیں۔ پاؤں میں چپل پہنتے ہیں۔ لڑکیاں ڈھیلی قمیض اور بھاری شلوار پہنتی ہیں اور سر پر چادر اوڑھتی ہیں۔ ان بچّوں کو بچپن سے ہی بندوق چلانے کا شوق ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا نشانہ بہت اچھا ہوتا ہے۔ عام کھیلوں میں کشتی، گلی ڈنڈا اور کبڈی پسند کی جاتی ہے۔ صوبۂ سرحد کے بچے ایک عسکری ناچ کے شوقین ہوتے ہیں۔ جسے خٹک ناچ کہتے ہیں۔ فرصت کے اوقات میں یہ بچّے اپنے ماں باپ کے کام میں مدد کرتے ہیں۔ شہروں میں رہنے والے بچّے مغربی لباس بھی پہنتے ہیں۔ یہ زیادہ تر گوشت اور گندم کی روٹی استعمال کرتے ہیں۔ بلوچستان کے خشک علاقوں کے بچّے پانی اور گھاس کی تلاش میں اپنے والدین کے ساتھ نقل مکانی کرتے رہتے ہیں۔

صوبۂ پنجاب کے بچّے رنگ و روپ میں اچھّے ہوتے ہیں اور عام طور پر شلوار قمیض پہنتے ہیں۔ یہ

بچے بڑے دراز قد، محنتی اور پھرتیلے ہوتے ہیں۔ لڑکیاں سر پر دوپٹہ اوڑھتی ہیں۔ ان بچوں کے پسندیدہ کھیل کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، کبڈی، کشتی اور گلی ڈنڈا ہیں۔ دودھ، لسّی، سبزیاں اور گندم کی روٹی ان کی مرغوب غذا ہے۔

صوبۂ سندھ کے بچّے عام طور پر سانولے اور چاق وچوبند ہوتے ہیں۔ عام طور پر لڑکے قمیض اور گھیر والی شلوار پہنتے ہیں۔ سر پر ایک خوب صورت ٹوپی ہوتی ہے جو رنگ برنگے دھاگوں اور شیشے کے ٹکڑوں سے بنی ہوئی ہوتی ہے۔ کاندھوں پر اجرک رکھتے ہیں، جو سندھ کا روائتی نشان ہے۔ لڑکیاں ڈھیلی ڈھالی قمیض اور بھاری شلوار پہنتی ہیں اور سر پر دوپٹہ اوڑھتی ہیں۔ ان کی قمیض پر شیشے کے ٹکڑوں اور رنگین دھاگوں سے بڑا خوب صورت کام کیا ہوتا ہے۔ چاول، پلا مچھلی اور گندم کی روٹی ان کی مرغوب غذا ہے۔
بچے کرکٹ، ہاکی، فٹ بال، ملاکڑا اور کبڈی بڑے شوق سے کھیلتے ہیں۔ لڑکیوں کے کھیلوں میں اب بیڈ مینٹن ہاکی، فٹ بال نسبتاً زیادہ کھیلے جا رہے ہیں اور لڑکیاں بھی قومی سطح پر کھیلوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لے رہی ہیں۔ عام طور پر پاکستانی بچے بڑے خوش مزاج ہوتے ہیں۔

بھارت کے بچّے

بھارت بہت بڑا ملک ہے۔ اس کے مختلف صوبوں کے جغرافیائی حالات بالکل مختلف ہیں۔ شمالی حصّوں میں آریا نسل کے لوگ آباد ہیں جب کہ جنوب میں ڈارویڈین نسل کے لوگ رہتے ہیں۔

دیہات اور شہروں کے بچوں کے لباس اور عادات کا بھی کافی فرق ہے۔ کچھ علاقوں میں ذات پات کا بچّوں کے لباس اور خوراک پر بھی اثر نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ہندو اور مسلمان بچّوں کے رہن سہن، لباس اور خوراک میں فرق موجود ہے۔ عام طور پر بچّے شلوار قمیض پہنتے ہیں۔ شمالی ہند میں کچھ بچّے اور جنوبی ہند میں عام طور پر بچّے دھوتی باندھتے ہیں۔

شمالی بھارت میں گندم کی روٹی پسند کی جاتی ہے۔ جنوبی ہند اور ساحلی علاقوں میں دال، چاول پسند کیے جاتے ہیں۔ شمالی حصّوں میں لڑکیاں شلوار قمیض اور فراک پہنتی ہیں۔ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ہی لڑکیاں ساڑی باندھنا شروع کر دیتی ہیں۔ لڑکیاں ماتھے پر بندیا لگاتی ہیں۔ بھارتی بچّوں کے کھیل تقریباً وہ ہی ہیں جو پاکستانی بچّوں کے ہیں۔

بنگلہ دیش کے بچّے

بنگلہ دیش کی آب و ہوا گرم مرطوب ہے اس لیے یہاں کے بچّے سانولے رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان

کے جسم دبلے پتلے اور پھرتیلے ہوتے ہیں۔ لڑکے بنیان یا بنیان نما چھوٹا کرتا پہنتے ہیں اور تہہ بند باندھتے ہیں۔ لڑکیاں عام طور پر ہلکی ساڑی باندھتی ہیں۔ بنگلہ دیش کے بچے بڑے محنتی ہوتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں بہت سے دریا اور ندی نالے ہیں۔ اس لیے یہاں کے بچّے چھوٹی عمر میں ہی تیرنا سیکھ لیتے ہیں۔ چاول اور مچھلی ان کی پسندیدہ غذا ہے۔

سری لنکا کے بچّے

سری لنکا بحرِ ہند میں ایک بہت بڑا جزیرہ ہے۔ یہاں گرمی اور سردی میں بارش ہوتی ہے۔ یہاں کے بچّے ہلکا پھلکا لباس پہنتے ہیں ۔ لڑکے زیادہ تر چھوٹا سا کرتہ اور دھوتی باندھتے ہیں ۔ لڑکیاں ساڑی باندھتی ہیں۔ سری لنکا کے بچّوں کا قد چھوٹا ہوتا ہے۔ ان کی آنکھیں موٹی موٹی اور رنگت سانولی ہوتی ہے۔ چاول اور مچھلی بڑے شوق سے کھاتے ہیں ۔ مچھلیاں پکڑنا اور تیراکی ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ شہروں کے بچے عام طور پر مغربی لباس پہنتے ہیں۔

نیپال اور بھوٹان کے بچّے

نیپال اور بھوٹان پہاڑوں سے گھرے ہوئے ہیں ۔ ان ممالک میں کچھ علاقوں کے علاوہ باقی حصے سخت سرد ہیں اس لیے یہاں کے بچے موٹا یا اونی کپڑا پہنتے ہیں ۔ ان بچّوں کا قد قدرے چھوٹا ہوتا ہے اور آنکھیں زیادہ موٹی نہیں ہوتیں۔ اکثریت کا تعلق منگول نسل سے ہے۔ اون کے ڈھیلے ڈھالے کپڑوں پر بچّے اونی چوغہ پہنتے ہیں ۔ سردیوں میں سر پر اونی ٹوپی ہوتی ہے ۔ لڑکیاں اونی چوغہ پہنتی ہیں۔ شہروں کے بچّے مغربی لباس بھی پہنتے ہیں۔ فٹ بال اور کرکٹ ان کے پسندیدہ کھیل ہیں ۔ یہ بچّے زیادہ تر گوشت اور چاول غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

جزائر مالدیپ کے بچّے

جزائر مالدیپ اسلامی ملک ہے۔ اس ملک میں چھوٹے بڑے جزیرے ہیں اس لیے بچپن سے ہی بچّے تیرنا اور کشتی چلانا سیکھ لیتے ہیں ۔ یہاں گرمیوں کے علاوہ سردیوں میں بھی بارش ہوتی ہے۔ گرمیوں میں بچّے ہلکا پھلکا لباس پہنتے ہیں ۔ پتنگ اڑانا یہاں کے بچّوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

جنوبی ایشیا کے ممالک کے پرچم

ہر ملک کا پرچم وہاں کے تاریخی، جغرافیائی اور مذہبی احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ کسی ملک کی سب سے بڑی شناخت اس کا پرچم ہوتا ہے اس لیے اپنے پرچم کا احترام ہم سب پر لازم ہے۔ جنوبی ایشیا کے ممالک کے پرچموں کی تصویریں اور تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

پاکستان کا پرچم

پاکستان کے قومی پرچم میں دو رنگ ہیں۔ سبز اور سفید۔ سبز رنگ پرچم کے تین چوتھائی حصے پر محیط ہے۔ سبز رنگ ظاہر کرتا ہے کہ یہاں مسلمان آبادی کی اکثریت ہے۔ سفید رنگ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہاں کی غیر مسلم اقلیتیں آزادانہ زندگی بسر کر رہی ہیں۔ پرچم کے سبز حصّے پر ہلال اور تارا بنا ہوا ہے جس کے پانچ کونے ہیں۔ ہلال ملک کی ترقی کرنے کا نشان ہے۔ تارا ایک تو روشنی کی علامت ہے اور دوسرا اسلام کے پانچ ارکان یعنی کلمۂ توحید، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو ظاہر کرتا ہے۔

بھارت کا پرچم

بھارت کے پرچم کو ترنگا بھی کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ اس میں تین رنگ استعمال کیے گئے ہیں۔ اوپر کا حصّہ نارنجی ہے۔ درمیان میں سفید اور سب سے نیچے سبز۔ سفید حصے میں اشوک چکر بنا ہوا ہے۔ نارنجی رنگ ہندوؤں کا روائتی نشان ہے۔

بنگلہ دیش کا پرچم

بنگلہ دیش کا پرچم پورا سبز رنگ کا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہاں کی آبادی کی غالب اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ پرچم کے درمیان میں سرخ رنگ کا گول نشان ہے جو افق پر نکلتے سورج کو ظاہر کرتا ہے۔

نیپال کا پرچم

نیپال کے پرچم میں دو تکون ہیں جن کا رنگ قرمزی ہے۔ ان کے حاشیے پر نیلے رنگ کی پٹی لگائی گئی ہے۔ اوپر والی تکون میں سفید ہلالی چاند اور تارے کا نشان ہے اور نیچے والی تکون میں سورج کا نشان بنا ہوا ہے چاند اور سورج وہاں کا مذہبی نشان ہے۔
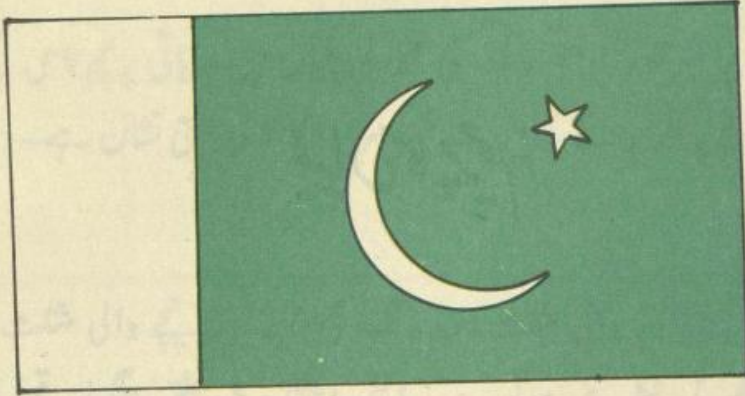
پاکستان کا پرچم

بھارت کا پرچم

بنگلہ دیش کا پرچم

نیپال کا پرچم
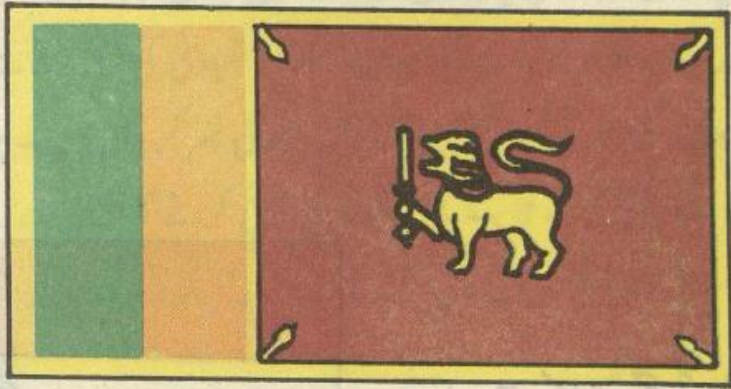
سری لنکا کا پرچم

بھوٹان کا پرچم

جزائر مالدیپ کا پرچم

سری لنکا کا پرچم

سری لنکا کے پرچم کے پچھلے سرے پر سبز اور بادامی رنگ کی عمودی پٹیاں ہیں - باقی پرچم ناسی رنگ کا ہے جس کے درمیان پیلے رنگ کا شیر پنجے میں تلوار لیے کھڑا ہے۔ شیر سری لنکا کا روائتی نشان ہے۔

بھوٹان کا پرچم

بھوٹان کے پرچم میں دو مثلثیں ہیں - اوپر والی مثلث زرد رنگ کی ہے اور نیچے والی مثلث سرخ رنگ کی ہے۔ درمیان میں ایک اژدھے کی شکل بنی ہوئی ہے۔ ایسی اشکال کا تعلق منگول قبیلوں کی روائتوں سے ہے۔

جزائر مالدیپ کا پرچم

جزائر مالدیپ کا پرچم دو رنگوں کا ہے - اس کا درمیانی حصّہ سبز رنگ کا ہے جس کے اندر سفید ہلال بنا ہوا ہے۔ اس کے چاروں طرف لال رنگ کی پٹی ہے۔ سبز رنگ اور ہلال اس ملک کے اسلامی ہونے کی عکاسی کرتے ہیں۔

جنوبی ایشیا کے مشہور شہر

جنوبی ایشیا کے تقریباً تمام ممالک بنیادی طور پر زرعی ممالک ہیں - ان ممالک میں آبادی کی بڑی اکثریت دیہات میں رہتی ہے لیکن موجودہ دور کے تقاضوں کی وجہ سے جنوبی ایشیا کے تمام ممالک صنعتی ترقی کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ شہروں میں روز بروز صنعتی ترقی کی وجہ سے دیہات کی آبادی بہتر روزگار کی تلاش میں شہروں کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔

اسلام آباد

یہ جدید اور خوب صورت شہر پاکستان کا دارالحکومت ہے جو کہ راولپنڈی سے تقریباً 15 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اسلام آباد کا شمار دنیا کے ان چند شہروں میں ہوتا ہے جنھیں خوب سوچ سمجھے منصوبے کے تحت بسایا گیا ہے۔ انتظامی سہولت کے لیے پورے شہر کو کئی سیکٹروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ شہر کے بیچوں بیچ ایک سیکٹر میں جنگل ہے، تاکہ شہر کی ہوا تر و تازہ رہے اور قدرتی ماحول قائم رہے۔ اس کے آس پاس

دل کش مناظر ہیں اردگرد کی تمام چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ڈھلانوں پر رنگ برنگے پھولوں کے پودے لگائے گئے ہیں۔ یہاں مرکزی حکومت کے دفاتر کے علاوہ غیر ملکی سفارت خانے بھی ہیں۔ شاہ فیصل شہید کے نام سے یہاں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی ہے، جس کا نام فیصل مسجد ہے۔ اس کا شمار دنیا کی شاندار مساجد میں ہوتا ہے۔ قائد اعظم یونیورسٹی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اس شہر کی
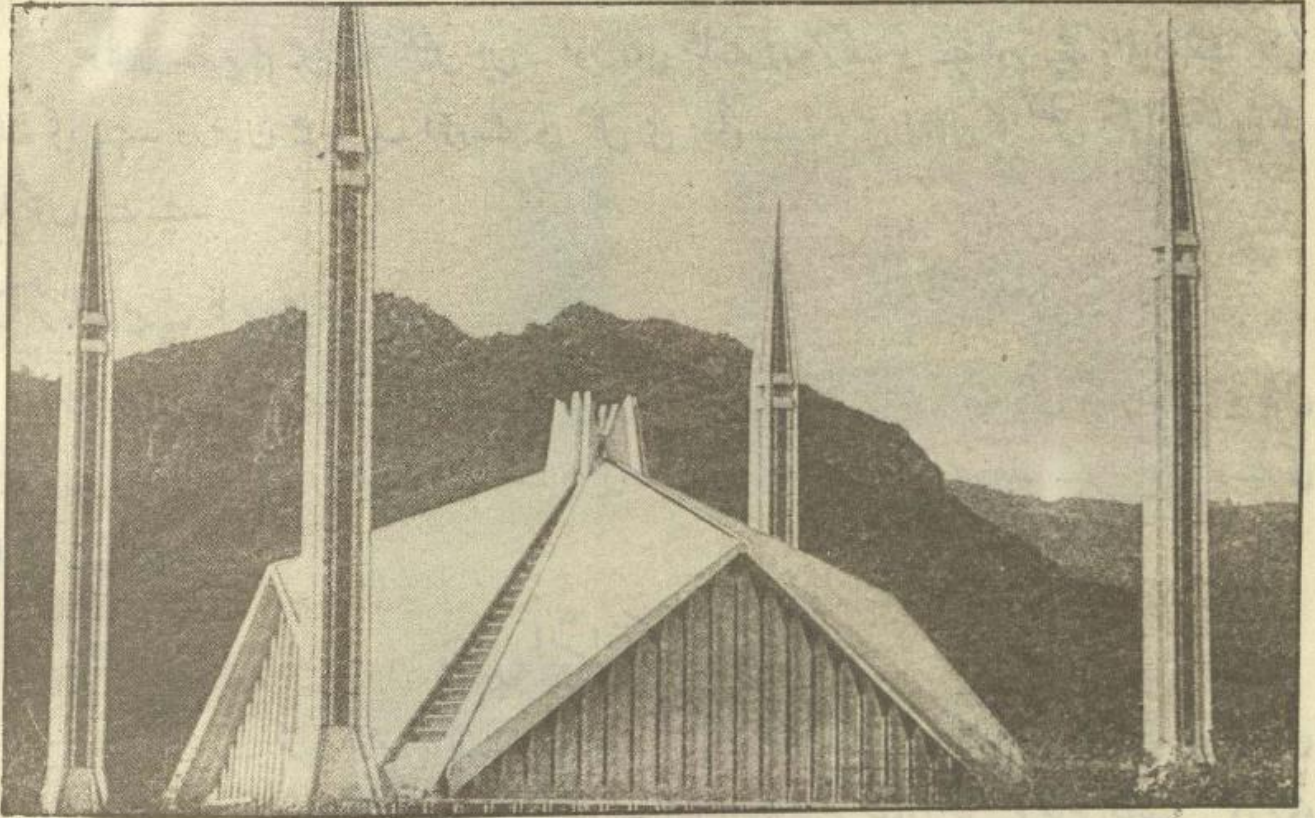
فیصل مسجد اسلام آباد

مشہور درس گاہیں ہیں۔ راول ڈیم اور باغ یاسمین یہاں کی خوب صورت تفریح گاہیں ہیں۔ اس شہر کی آبادی 0.524 ملین ہے۔

کراچی

کراچی پاکستان کا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہ صوبۂ سندھ کا صدر مقام ہے اور بحیرۂ عرب کے کنارے واقع ہے۔ پاکستان کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ مشرق بعید، یورپ اور امریکہ آنے جانے والے تمام جہاز اس شہر کے قائد اعظم بین الاقوامی ہوائی اڈے اور بندرگاہ پر ٹھہرتے ہیں۔ آزادی کے بعد کراچی پاکستان

کا پہلا دارالحکومت بنا تھا۔ یہاں فولاد بنانے کی بہت بڑی مل اور تیل صاف کرنے کا کارخانہ ہے۔ اس کے علاوہ جہاز سازی، ادویات، جوتے، چمڑے کا سامان، سیمنٹ وغیرہ کے کارخانے ہیں - یہاں کئی یونیورسٹیاں،
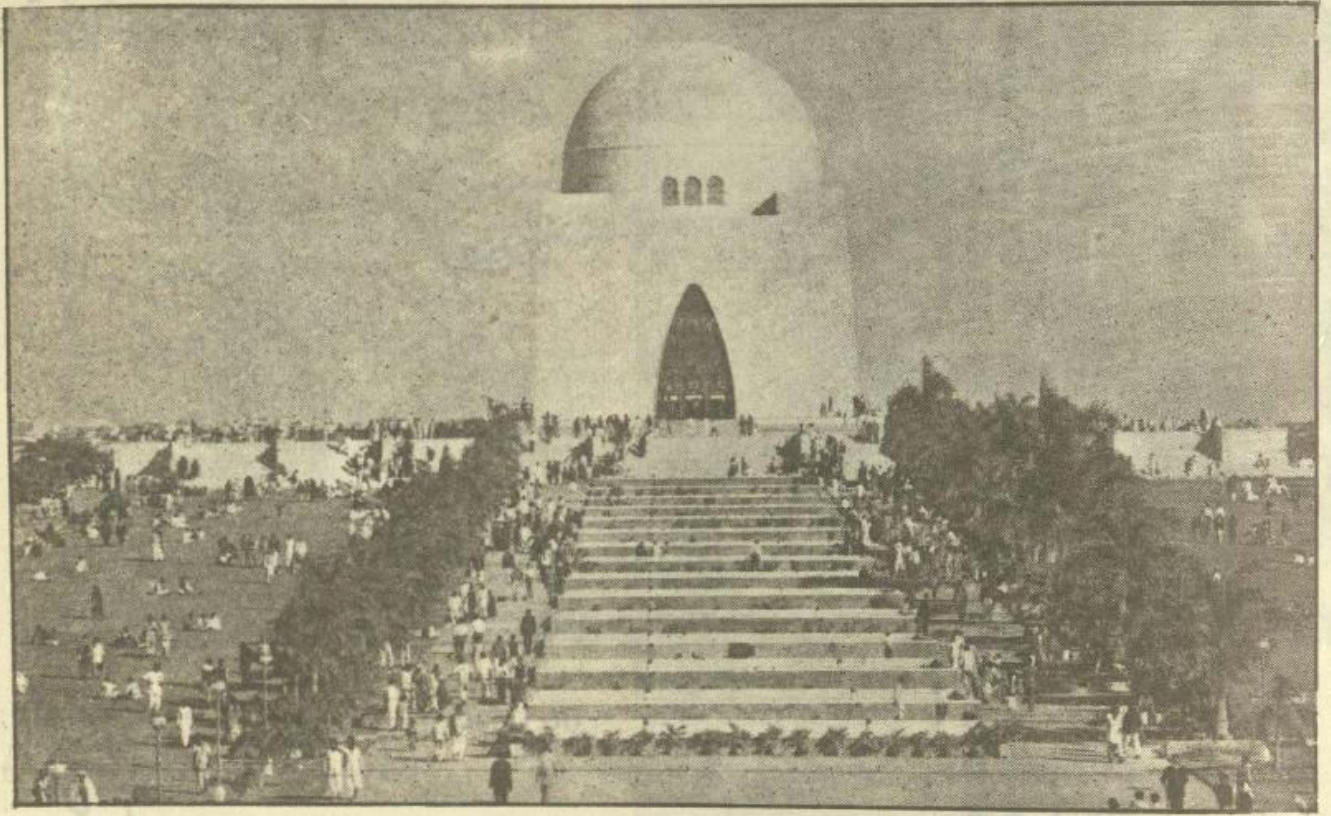
مزار قائداعظم محمد علی جناحؒ

کالج اور دوسرے تعلیمی ادارے ہیں۔ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناحؒ کا مزار بھی کراچی میں ہے۔ یہاں کلفٹن، ہاکس بے اور سینڈزپٹ جیسی خوب صورت تفریح گاہیں سمندر کے کنارے واقع ہیں۔ سیاحوں کے قیام کے لیے کئی فائیو اسٹار ہوٹل ہیں۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق اس شہر کی آبادی 9.802 ملین ہے۔

لاہور

دریائے راوی کے کنارے آباد یہ شہر کئی بادشاہوں اور تہذیبوں کا عروج اور زوال دیکھ چکا ہے۔ جنوبی ایشیا کا یہ خوب صورت شہر آج بھی صوبۂ پنجاب کا صدر مقام ہے - لاہور کا شالا مار باغ، بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ اور بہت سی دوسری عمارتیں مسلمانوں کے عظیم ماضی کی یادگار ہیں -
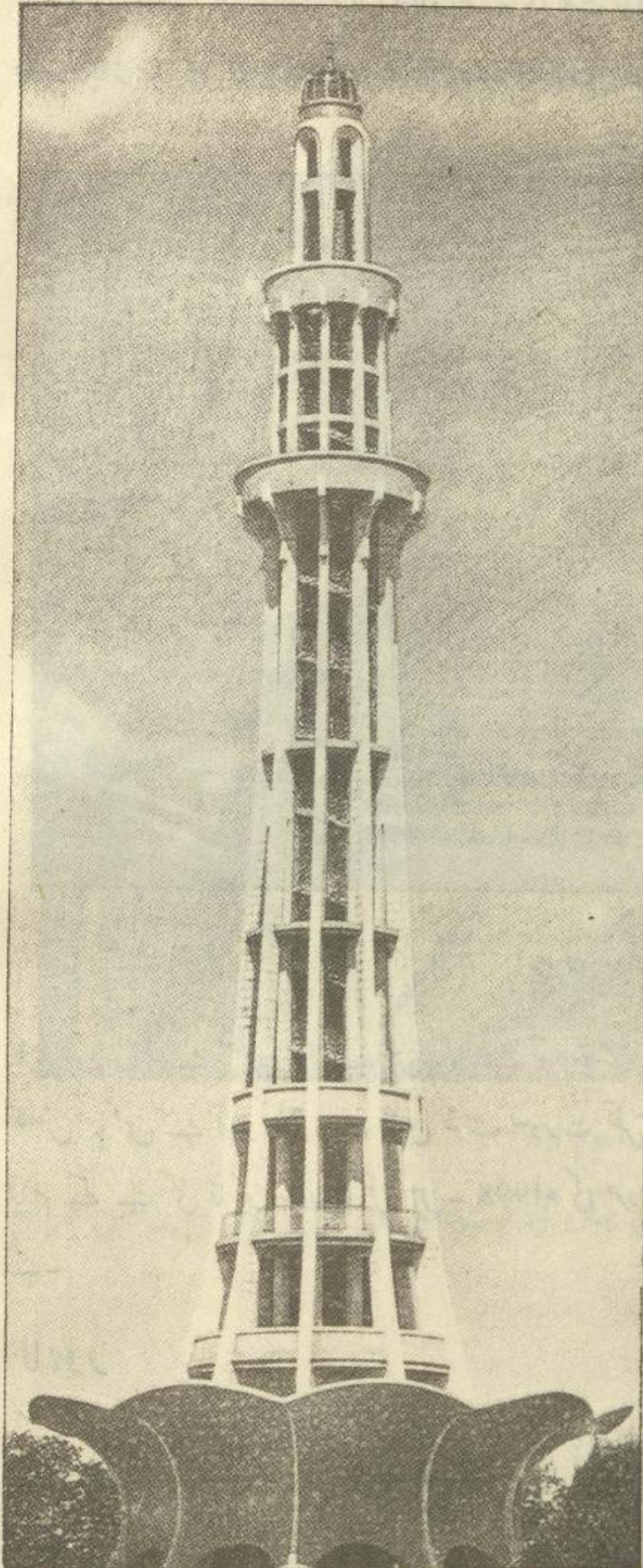
مینارِ پاکستان

لاہور کو فخر حاصل ہے کہ یہاں 1940ء میں منٹو پارک (اقبال پارک) میں جہاں مینارِ پاکستان تعمیر کیا گیا ہے، قرار داد پاکستان منظور ہوئی۔

لاہور میں بہت سے کارخانے، ملیں اور فیکٹریاں ہیں ۔ ریلوے کا بہت بڑا ورکشاپ ہے۔ لاہور صنعت و حرفت اور تجارت کے علاوہ تعلیم کا بہت بڑا مرکز ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان کی سب سے قدیم یونیورسٹی ہے۔ علامہ اقبالؒ، حضرت میاں میرؒ اور حضرت داتا صاحبؒ کا مزار بھی لاہور میں ہے۔ لاہور کو اسی رشتے سے داتا کی نگری کہا جاتا ہے۔ اس شہر کی آبادی 5.063 ملین ہے۔

پشاور

پشاور ایک قدیم تاریخی شہر ہے۔ درۂ خیبر کے دہانے پر واقع یہ جنوبی ایشیا کا اہم شہر ہے۔ خشکی کے راستے افغانستان جانے کا راستہ پشاور ہی سے گزرتا ہے۔ یہ شہر خشک اور تازہ پھلوں کی تجارت کے لیے مشہور ہے۔ یہ صوبۂ سرحد کا صدر مقام ہے۔

پشاور کے بنے ہوئے تانبے کے برتن، گرم چادریں، چپل، کلاہ اور لنگیاں مشہور ہیں ۔ پشاور میں تین یونیورسٹیاں اور
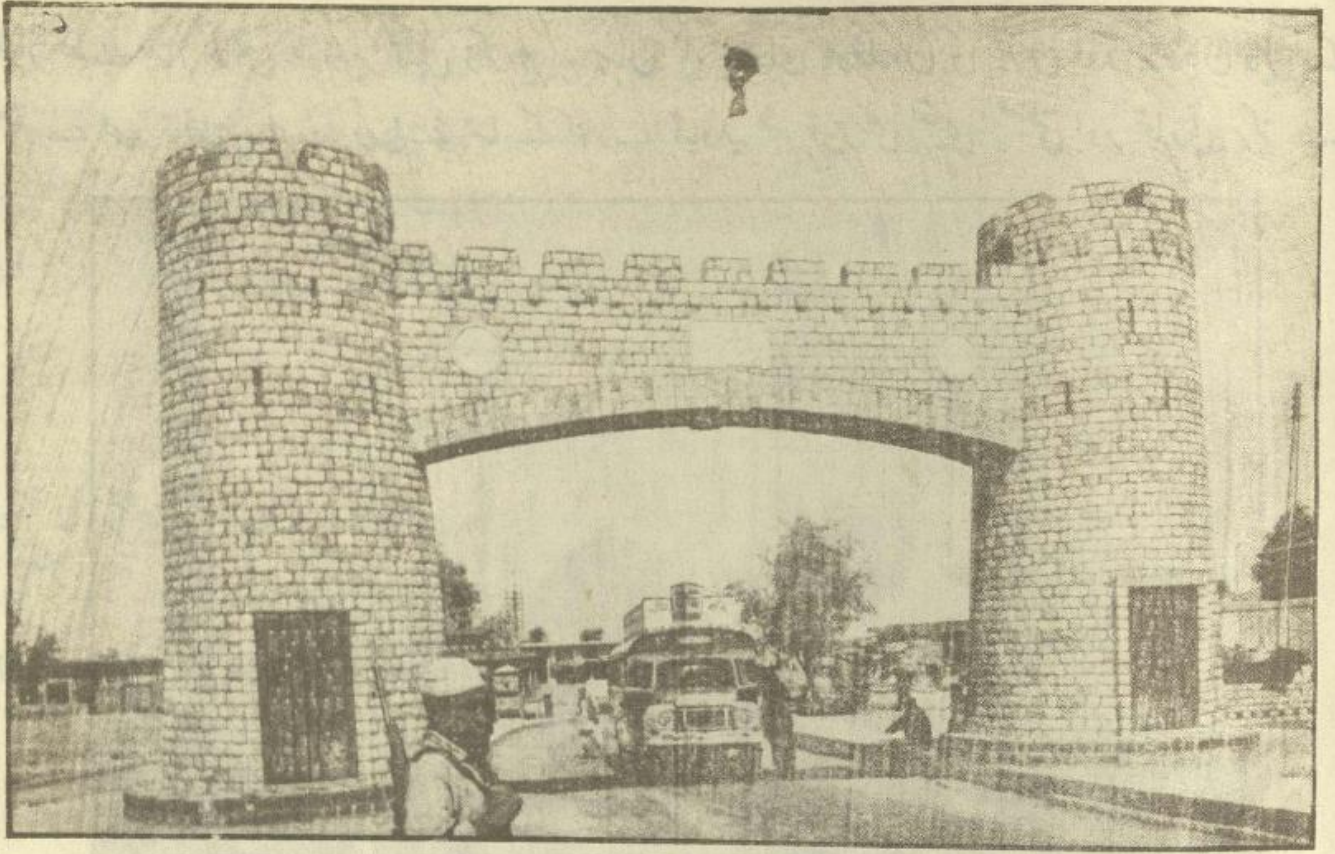
درۂ خیبر

بہت سے کالج اور ٹیکنیکل ادارے ہیں۔ خیبر میڈیکل کالج، پشاور یونیورسٹی اور اسلامیہ کالج اس شہر کی مشہور درس گاہیں ہیں۔ یہاں کی آبادی 0.984 ملین ہے۔

کوئٹہ

درۂ بولان کے دہانے پر واقع کوئٹہ صوبہ بلوچستان کا صدر مقام ہے۔ یہ شہر سڑک کے ذریعہ افغانستان کے شہر قندھار سے ملا ہوا ہے۔ گرمیوں میں یہاں کا موسم خوش گوار رہتا ہے اور سردیوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ اس کے ارد گرد پھلوں کے بے شمار باغات ہیں جہاں عمدہ قسم کے سیب، خوبانی، گرما، بادام اور انگور پیدا ہوتے ہیں۔ چھاؤنی میں اسٹاف کالج ہے، جہاں فوجی افسر اعلیٰ تربیت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں پر ایک میڈیکل کالج اور یونیورسٹی ہے۔ اس شہر کی آبادی 0.560 ملین ہے۔

دہلی

دہلی بھارت کا دارالحکومت ہے۔ یہ ایک قدیم تاریخی شہر ہے۔ مغلوں اور انگریزوں کے دور میں یہ دارالخلافہ تھا۔ یہاں مسلم دور کی عمارتیں ہیں۔ جن میں لال قلعہ، جامع مسجد، دیوانِ خاص، دیوانِ عام

اور قطب مینار خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ یہاں کئی مسلمان بادشاہوں کی قبریں اور بزرگانِ دین کے مقبرے اور خانقاہیں ہیں ۔ دریائے جمنا کے کنارے آباد یہ شہر آج بھی تعلیمی، صنعتی اور تجارتی مرکز ہے۔
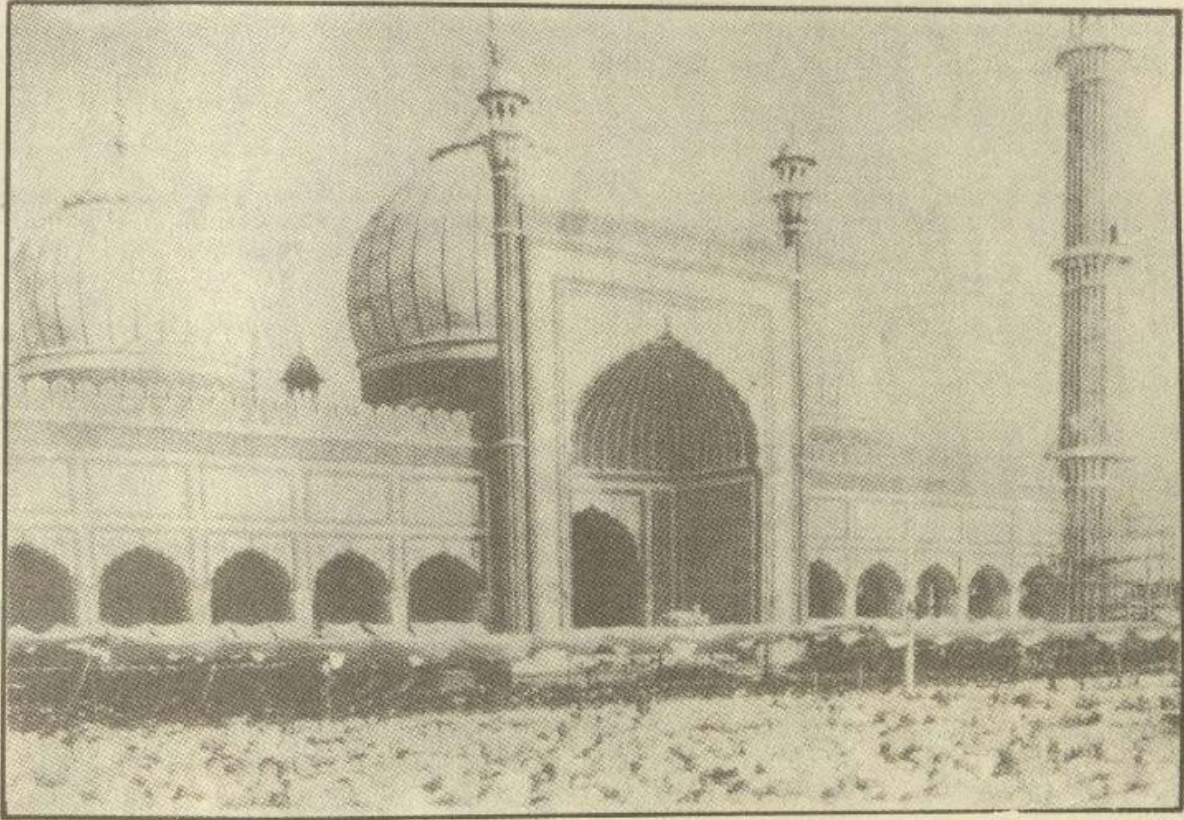
جامع مسجد (دہلی)

انگریزوں کے زمانے میں اس شہر کے بالکل قریب ایک نیا شہر نئی دہلی کے نام سے آباد ہوا ہے۔ یہاں کی آبادی 5.7 ملین سے زیادہ ہے۔

کلکتہ

دریائے گنگا کے ڈیلٹے پر یہ شہر بھارت کی بہت بڑی بندرگاہ ہے۔ آبادی کے لحاظ سے یہ بھارت کا سب سے بڑا شہر ہے۔ صنعت و تجارت کا مرکز ہے۔ یہاں پٹ سن کی مصنوعات بنائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ سوتی کپڑے اور فولاد کے کارخانے ہیں ۔ یہاں کے تعلیمی اداروں کا معیار بہت اعلیٰ ہے۔ اس کی آبادی 9.1 ملین سے زیادہ ہے۔

بمبئی

بھارت کے مغربی کنارے کا یہ سب سے بڑا شہر ہے۔ انگریز اسے بھارت کا دروازہ کہتے تھے۔ انڈیا

گیٹ بمبئی میں ہی ہے۔ یہ ایک قدرتی بندرگاہ ہے۔ بھارت میں کپاس سے بنی ہوئی مصنوعات یہاں سے برآمد کی جاتی ہیں ۔ یہاں چھوٹے بڑے بے شمار کارخانے اور ملیں ہیں ۔ قائداعظم محمدؐ علی جناحؒ نے اس شہر میں کئی سال تک وکالت کی۔ شہر کے باشندوں نے ان کی خدمات کے اعتراف میں جناح ہال تعمیر کیا جو اب بھی موجود ہے۔ یہاں کی آبادی 8.2 ملین سے زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے یہ بھارت کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ اس شہر کا پرانا نام بمبئی ہے۔

چنائی

بھارت کے مشرقی ساحل پر واقع چنائی بھارت کی تیسری بڑی بندرگاہ ہے۔ یہاں کی آب و ہوا ساحلی ہے۔ گرمیوں کے علاوہ یہاں سردیوں میں بھی بارش ہوتی ہے۔ چنائی ایک اہم صنعتی، تعلیمی اور تجارتی مرکز ہے۔ چنائی میں چمڑے اور سوتی کپڑے کے بہت سے کارخانے ہیں۔ اس شہر کی آبادی تقریباً 4.3 ملین ہے۔ اس شہر کا پرانا نام مدراس تھا۔

ڈھاکہ

ڈھاکہ کو مسجدوں کا شہر کہا جاتا ہے۔ یہ بنگلہ دیش کا دارالحکومت اور اہم تاریخی شہر ہے۔ مسلمانوں کے دور عروج میں یہاں کی ململ دنیا بھر میں مشہور تھی ۔ یہ شہر پٹ سن، تمباکو اور چائے کی تجارت کا مرکز ہے۔ سرسبز و شاداب علاقے کے وسط میں یہ شہر دریائے بوڑھی گنگا کے کنارے آباد ہے۔

بنگلہ دیش کا سب سے بڑا تعلیمی مرکز بھی ڈھاکہ ہے۔ اس شہر کی آبادی تقریباً 3.5 ملین ہے۔

چٹا گانگ

چٹا گانگ کی پہاڑیوں کے دامن میں دریائے کرنا فلی کے کنارے آباد یہ شہر بنگلہ دیش کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ یہ شہر ملک کا اہم تعلیمی، صنعتی اور تجارتی مرکز ہے۔ یہاں پٹ سن، کپاس اور چائے کے بہت سے کارخانے ہیں۔ ان کے علاوہ تیل صاف کرنے اور سوتی کپڑا بنانے، دیا سلائی اور فولاد سازی کے کارخانے ہیں ۔ چٹا گانگ کی آبادی تقریباً ایک ملین ہے۔

کھٹمنڈو

کھٹمنڈو کا مطلب ہے لکڑی کی منڈی۔ یہ شہر نیپال کا دارالحکومت ہے اور ایک پر فضا مقام ہے۔ نیپال کے شاہی خاندان کی رہائش اسی شہر میں ہے۔ یہ شہر پہاڑوں کے درمیان گھری ہوئی ایک زرخیز اور

خوب صورت وادی میں آباد ہے۔ پختہ سڑک کے ذریعے اس شہر کو تبت اور بھارت سے ملایا ہوا ہے۔ یہاں لکڑی کے بنے ہوئے ہندوؤں اور بدھ مت کے پیرو کاروں کے بے شمار مندر ہیں - یہ مندر چینی طرز کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ شہر تعلیمی، صنعتی اور تجارتی مرکز ہے۔ پرانے محلات اب سرکاری دفاتر اور ہوٹل بنا دیے گئے ہیں۔ غیر ملکی سیاحوں کا کھٹمنڈو میں میلا لگا رہتا ہے۔ اس شہر کی آبادی دو سو ہزار سے زیادہ ہے۔

کولمبو

کولمبو سری لنکا کا دارالحکومت ہے۔ یہ سری لنکا کے مغربی ساحل پر واقع ہے اور اس کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ یہ تجارتی، صنعتی اور تعلیمی مرکز بھی ہے۔ ساحل پر واقع ہونے کی وجہ سے آب و ہوا خوش گوار ہے۔ یہاں چائے اور ناریل کے تیل کے کئی کارخانے ہیں - اس کی آبادی تقریباً 1.4 ملین ہے۔

تھمپو

تھمپو بھوٹان کا دارالحکومت ہے۔ بہت عرصے تک یہ شہر دنیا سے الگ تھلگ رہا مگر اب تھمپو شہر بھارت سے بذریعہ پختہ سڑک ملا ہوا ہے۔ اس چھوٹے سے شہر میں بدھ مت کی بہت سی عبادت گاہیں ہیں - لکڑی کے بنے ہوئے خوب صورت محلات اور مکانات ہیں - یہ شہر سطح سمندر سے تقریباً 2600 میٹر بلند ہے اس لیے آب و ہوا نہایت خوش گوار ہے۔ دریائے تھمپو کے کنارے آباد یہ شہر تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔

مالے

مالے جزائر مالدیپ یا مالدیو کا دارالحکومت ہے۔ جمہوریہ کے تقریباً دو ہزار جزائر میں صرف مالے ہی شہر کہلا سکتا ہے۔ باقی تمام چھوٹے چھوٹے مچھیروں کی بستیاں ہیں۔ مالے تجارتی اور ثقافتی مرکز بھی ہے۔ یہاں کچھ بہتر ہوٹل بھی بنائے گئے ہیں۔ یہاں سال بھر کسی نہ کسی کھیل کے ٹورنامنٹ ہوتے رہتے ہیں۔

سوالات

1 ----- جنوبی ایشیا کے ممالک کی زیادہ آبادی دیہات میں کیوں رہتی ہے؟

2 ----- پاکستان کے کون سے علاقے کم آبادی والے ہیں ؟

3 ----- جنوبی ایشیا کے لوگوں کے اہم پیشے کیا کیا ہیں؟

4 ----- پاکستان کے تمام صوبوں کے بچوں میں کون سی باتیں مشترک ہیں ؟

5 ------ جنوبی ایشیا کے ممالک میں سے کسی تین ممالک کے پرچم اور ان کی اہمیت بیان کریں؟

6 ------ بھارت کی سب سے بڑی بندرگاہ کون سی ہے؟

7 ------ دہلی اور کراچی اتنے اہم شہر کیوں ہیں؟

8 ------ اسلام آباد اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں اتنا فرق کیوں ہے ؟

9 ------ خالی جگہوں کو اپنی یادداشت سے پر کریں۔

i --- بڑھتی ہوئی آبادی قدرتی --------- پر اثر انداز ہوتی ہے۔

ii --- کثرت آبادی کا ماحول پر --------- پڑتا ہے۔

iii --- روز بروز بڑھتی ہوئی آبادی --------- پیدا کرتی ہے۔

iv --- جنوبی ایشیا دنیا کے --------- علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔

v --- پاکستان کا سب سے گنجان آباد شہر--------- ہے۔

vi --- جزائر مالدیپ کا دارالحکومت --------- ہے۔

vii --- کھٹمنڈو کا مطلب ہے ----------

viii --- سری لنکا کے دارالحکومت کا نام --------- ہے۔

عملی کام

1 ----- پاکستان کے مختلف صوبوں کے بچوں کی تصویریں اپنے البم کے لیے جمع کریں۔

2 ----- اپنی کاپی پر جنوبی ایشیا کے مختلف ممالک کے پرچم بنا کر ان میں رنگ بھریں۔

3 ----- پاکستانی دست کاریوں کی فہرست بنائیں۔

چھٹا باب

مسلمانوں کی آمد سے پیشتر جنوبی ایشیا کے لوگ

وادیٔ سندھ کی پرانی تہذیب

جنوبی ایشیا کا شمالی حصہ دو بڑے دریاؤں کی وادیوں پر مشتمل ہے۔ شمال سے لے کر مشرق کی طرف وادیٔ گنگا ہے اور شمال سے جنوب مغرب کی طرف وادیٔ سندھ ہے۔ وادیٔ سندھ دنیا کی زرخیز ترین وادیوں میں سے ہے۔ پاکستان میں وادیٔ سندھ کا بہت بڑا حصہ شامل ہے۔ پاکستان 1947ء میں قائم ہوا مگر اس خطّے کی تہذیب ہزارہا سال پرانی ہے۔ اس خطّے کو اپنی سنہری اور شاندار تہذیب پر آج بھی فخر ہے۔ آج سے ہزاروں سال پہلے یہاں کے لوگ علم شہریت سے واقف تھے اور نہایت مہذب زندگی گزارتے تھے۔ وہ کھیتی باڑی کر کے اپنے لیے طرح طرح کی فصلیں پیدا کرتے تھے۔ مویشی پال کر ان کی مدد سے کاشت کاری کرتے تھے۔ ان کے مکانات پختہ اور منصوبہ بندی کے ساتھ بنے ہوئے تھے۔ مرد شکار کے لیے طرح طرح کے اوزار بناتے تھے۔ وادیٔ سندھ کے لوگ پکّے مکانوں میں رہتے تھے اور ان کا رہن سہن اعلیٰ درجے کا تھا۔ آیئے اس قدیم تہذیب کے لوگوں کے حالات کا مختصر جائزہ لیں۔

قدیم شہروں کے کھنڈرات

وادیٔ سندھ کی گود میں کئی تہذیبوں نے جنم لیا اور زمانے کی گردش کی وجہ سے وہ لوگ اور ان کی تہذیب لاکھوں ٹن مٹی کے نیچے دفن ہو کر تاریخ کا حصّہ بن گئے۔ ہزاروں سال سے یہی سلسلہ چلتا چلا آ رہا ہے۔ سندھ اور پنجاب میں ایسے آثار ملے ہیں جن سے معلوم ہوا ہے کہ ان کا تعلق آج سے تقریباً پانچ ہزار سال پہلے کی تہذیب سے ہے۔ یہ لوگ دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کی وادیوں میں آباد تھے۔ موئن جو دڑو ضلع لاڑکانہ (سندھ) اور ہڑپہ ضلع ساہیوال (پنجاب) میں ان دو شہروں کے کھنڈرات برآمد ہوئے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان تقریباً 640 کلو میٹر کا فاصلہ ہے۔ آثار بتاتے ہیں کہ یہ شہر بڑے تجارتی مرکز تھے۔ دونوں شہروں کی عمارتیں اور ان کی ترتیب ایک جیسی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ

دونوں شہر ایک ہی دور میں آباد تھے اور ان کا رہن سہن بھی ایک جیسا تھا۔

موئن جو دڑو

موئن جو دڑو کا سندھی زبان میں مطلب ہے "مردوں کا ٹیلہ"۔ اس قدیم شہر کے آثار شہر لاڑکانہ سندھ سے تقریباً 29 کلو میٹر کے فاصلے پر ملے ہیں۔ 1922ء میں اتفاقاً اس جگہ سے کچھ پکی اینٹیں برآمد ہوئیں - اس سے پیشتر وہاں کچھ ٹیلے اور کانٹے دار جھاڑیاں تھیں۔ ہوتے ہوتے ان ٹیلوں اور پکی اینٹوں کی خبر محکمۂ آثار قدیمہ کو ہوئی۔ 1922ء میں آثار قدیمہ کے ڈائریکٹر سر جان مارشل کی نگرانی میں یہاں کھدائی
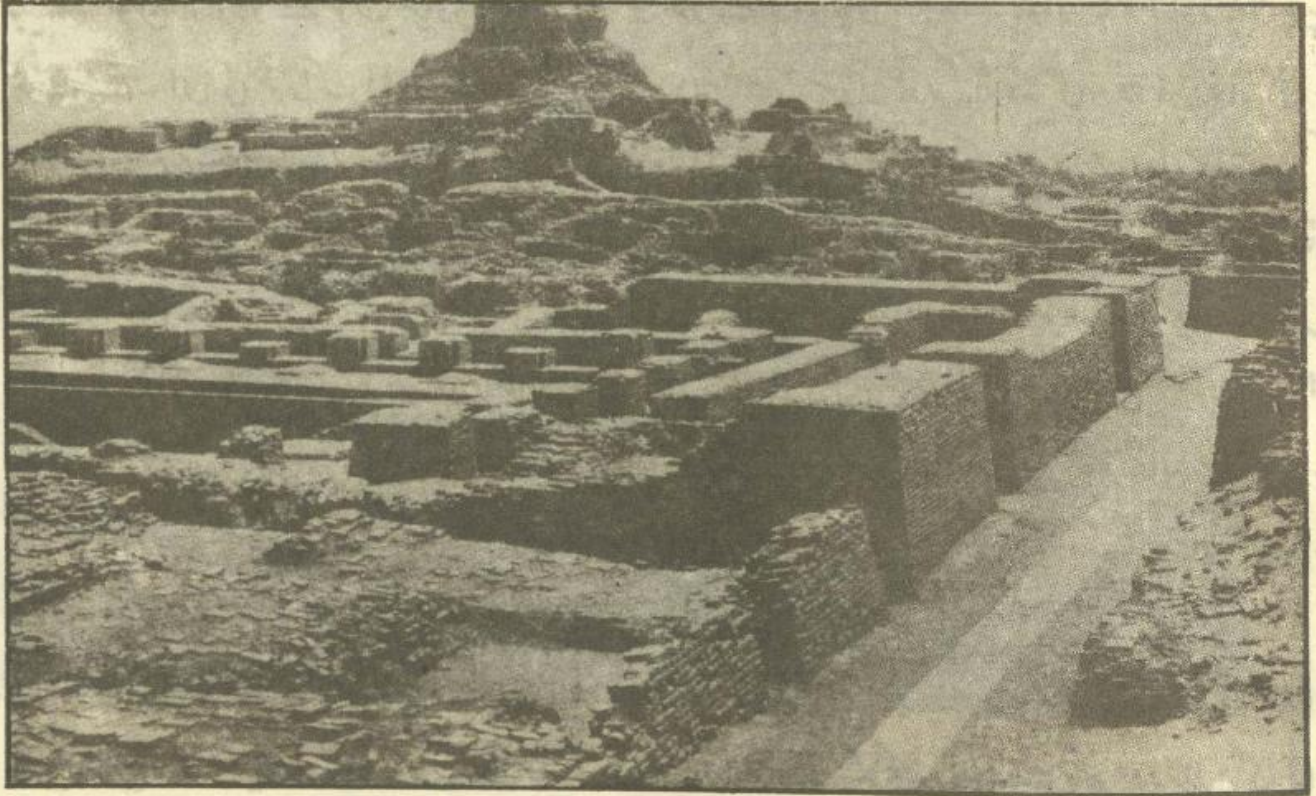
موئن جو دڑو کے کھنڈرات

کا کام شروع ہوا۔ رفتہ رفتہ ان ٹیلوں کی کھدائی سے ایک بہت بڑے شہر کے کھنڈرات برآمد ہوئے۔ سر جان مارشل کے اندازے کے مطابق سندھ کے لوگوں کا رہن سہن تین ہزار سال قبل مسیح بھی نہایت اعلیٰ معیار کا تھا۔

کھنڈرات کی کھدائی نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ شہر بہت بڑا تھا اور کئی کلو میٹر کے علاقے میں

پھیلا ہوا تھا۔ شہر کی سڑکیں اور گلیاں نہ صرف چوڑی اور سیدھی تھیں بلکہ ان کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بنایا گیا تھا۔ شہر کے باہر کی طرف ایک پختہ سڑک تقریباً 9 میٹر چوڑی ہے جس کے دونوں طرف دوکانیں تھیں۔ ہر گھر کے آگے ایک دروازہ تھا، مگر کھڑکیوں کے آثار نہیں ملتے۔ صفائی کا عمدہ انتظام تھا۔ تقریباً ہر گھر میں ایک یا دو کنوئیں تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ نہانے کے بہت شوقین تھے۔ ایک ایسے حمام کے آثار ملے ہیں، جہاں درمیان میں ایک بہت بڑا حوض ہے۔ جس میں نیچے اترنے کے لیے سیڑھیاں ہیں۔ اس کے چاروں طرف برآمدے تھے۔ گندے پانی کی نکاسی کا بڑا عمدہ انتظام تھا۔ ہر گھر کی نالیاں ایک بڑے نالے کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ گندے پانی کی یہ نالیاں اوپر سے ڈھکی ہوئی تھیں۔

موئن جو دڑو کے لوگ بنیادی طور پر کاشت کار تھے۔ وہ چاول، گیہوں، جوار، باجرا اور کپاس پیدا کرتے تھے۔ ان کی خوراک اناج کے علاوہ، دودھ، دہی، مکھن، سبزیاں اور گوشت تھی۔ وہ زیادہ تر مٹی کے بنے ہوئے برتن استعمال کرتے تھے۔ گھروں میں گیہوں رکھنے کے لیے مٹی کے بڑے بڑے ڈرم تھے وہ کچھ دھاتوں کا استعمال بھی جانتے تھے۔ عورتیں سونے، چاندی اور ہاتھی دانت کے بنے ہوئے زیورات پہنتی تھیں۔ بچوں کے لیے مٹی کے کھلونے بھی بنائے جاتے تھے۔ وہ کھلونے ان کی تہذیب کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس زمانے کی بیل گاڑی کا جو نمونہ ملا ہے ویسی بیل گاڑیاں آج بھی سندھ کے بالائی حصّوں میں اور بہاولپور ڈویژن میں استعمال کی جاتی ہیں۔ موئن جو دڑو کے لوگوں کا لباس سادہ اور مختصر تھا۔ عورتیں اپنے جسم کو چادر سے لپیٹ لیتی تھیں۔ جیسے آج کل ساڑی باندھی جاتی ہے۔ مرد بھی جسم کے گرد چادر لپیٹ لیتے تھے۔ جس کا ایک حصّہ کاندھوں پر ڈال لیتے تھے۔

وادیٔ سندھ کے لوگ جنگلی جانوروں کا شکار کرتے تھے۔ شکار اور دوسرے کاموں کے لیے انھوں نے طرح طرح کے ہتھیار اور اوزار بنائے ہوئے تھے۔ موئن جو دڑو کے کھنڈرات سے کچھ مورتیاں بھی ملی ہیں جن کو کسی دیوی کی مورتی کہا جا سکتا ہے۔ کچھ مجسّمے بھی ملے ہیں، جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت کے دیوتاؤں کے ہیں۔ کچھ ایسی مہریں بھی برآمد ہوئی ہیں، جن پر مختلف دیوتاؤں اور جانوروں کی تصویریں ہیں۔ موئن جو دڑو کے لوگوں کے مذہب سے متعلق کوئی خاص شہادت نہیں ملتی، تاہم خیال کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ درختوں، سانپوں، بیلوں اور روحوں کی پوجا کرتے تھے۔

یہ عظیم تہذیب کیسے ختم ہوئی کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا۔ اتنا بڑا شہر کس طرح تباہ ہو گیا؟ خیال ہے کہ دریائے سندھ کے سیلابوں نے بڑی حد تک تباہی مچائی اور جو کچھ باقی رہا اس کو آریاؤں نے

ختم کر دیا اور اس تہذیب کو تباہ کر دیا۔ بہرحال موجودہ کھنڈرات سے جس تہذیب کا اندازہ ہوتا ہے وہ اس زمانے میں دنیا کے دوسرے علاقوں کی تہذیب سے کسی طرح کم نہ تھی۔ یہ تہذیب وادئ سندھ کی پرانی تہذیب کہلاتی ہے۔

ہڑپہ

موئن جو دڑو کی طرح ہڑپہ بھی ایک دفن شدہ شہر تھا' جس کے کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں۔ ہڑپہ ضلع ساہیوال (پنجاب) سے قریبا 25 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ہڑپہ میں تقریباً سب وہی کچھ تھا جو
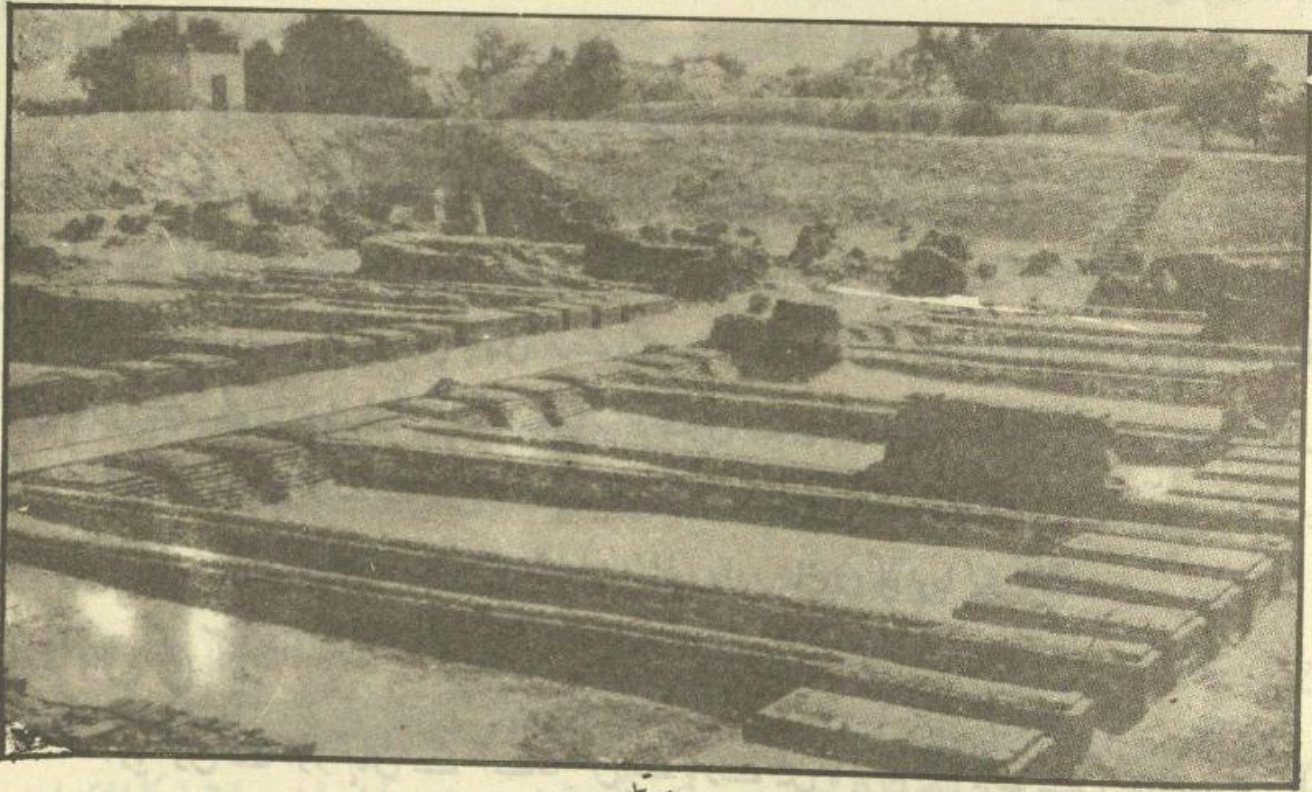
ہڑپہ کے کھنڈرات

موئن جو دڑو میں تھا' تاہم کچھ فرق بھی تھا۔ یہاں پختہ اینٹوں کے ساتھ ساتھ کچی اینٹوں سے بنے ہوئے مکانات بھی ملے ہیں۔ اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج کل کی طرح ہڑپہ میں بھی امیروں اور غریبوں میں رہن سہن کا فرق تھا۔ یہاں پر بھی مکانوں میں دروازے تھے مگر کھڑکیاں نہیں تھیں۔ بڑے بڑے مکانات کے چاروں طرف چاردیواری تھی۔ سرکاری عمارتیں' رہائشی عمارتوں سے الگ بنائی جاتی تھیں۔ گوداموں کی طرح بنے ہوئے بڑے بڑے ہال بھی تھے جہاں اناج کا ذخیرہ کیا جاتا تھا۔ بہرحال اس وقت تک جو کھنڈرات وہاں دریافت ہوئے ہیں ان کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ ہڑپہ پانچ ہزار سال پرانا شہر تھا جو

تین ہزار سال قبل تباہ ہو گیا۔

موئن جو دڑو اور ہڑپہ کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً پانچ ہزار سال قبل سندھ کے میدانوں میں زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کے طریقے لوگوں کو اچھی طرح معلوم تھے اور اس وقت کا معاشرہ ایک حد تک تہذیب یافتہ معاشرہ کہا جا سکتا ہے۔

جنوبی ایشیا میں آریاؤں کی آمد

قدیم باشندے

جنوبی ایشیا کے قدیم باشندوں کے بارے میں تاریخ دانوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثریت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ یہاں کے قدیم باشندے دراوڑ تھے۔ دراوڑوں کی رنگت سیاہ اور قد چھوٹے تھے ناک قدرے چپٹی تھی، ہونٹ ابھرے ہوئے تھے۔ کچھ ماہرین کی رائے یہ ہے کہ دراوڑ قوم بھی باہر سے آکر یہاں آباد ہوئی۔ یہ لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے۔ جنگلی جانوروں کو شکار کرنا ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ کھیتی باڑی کے لیے یہ چوپائے بھی پالتے تھے۔ یہ لوگ پکی اینٹوں کے بنے ہوئے مکانات میں رہتے تھے۔ یہ لوگ ہر اس چیز کی پوجا کرتے تھے جو طاقت ور ہو یا انھیں نقصان یا فائدہ پہنچا سکے۔ اس نظریے کے تحت یہ لوگ آگ، بارش، ہوا، چاند سورج، زمین، بادلوں، بیلوں اور سانپوں کی پوجا کرتے تھے۔

آریاؤں کی آمد

آریا کون تھے اور کہاں سے آئے۔ اس کے بارے میں ماہرین میں بہت سے اختلافات ہیں تاہم اکثریت کا خیال ہے کہ آریا قوم ساڑھے تین ہزار سال پہلے وسط ایشیا سے ہجرت کر کے درۂ خیبر اور سوات کے راستے پاکستان میں داخل ہوئی۔ ان کی ہجرت کی وجہ ان کے اپنے آبائی علاقے میں پانی اور گھاس کی کمی تھی جس کے بغیر وہ خود اور ان کے چوپائے زندہ نہ رہ سکتے تھے۔

آریا دراز قد، خوب صورت، توانا اور بہادر تھے۔ انھوں نے آتے ہی یہاں کے قدیم باشندوں کو شکست دے کر ختم کر دیا یا بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ پہلے پہل پنجاب اور سرحد میں آباد ہوئے، پھر سندھ کے بالائی حصوں کا رخ کیا۔ آریاؤں نے پنجاب اور سندھ کو بہت پسند کیا۔ اس بات کا ذکر ان کی مذہبی کتاب رگ وید، میں ملتا ہے۔ بہت جلد آریا قوم نے دریائے گنگا کی وادی کی طرف رخ کیا اور وہاں آباد ہو گئی۔

دریائے گنگا کی وادی کا نام انھوں نے 'آریاورت' رکھا۔

آریاؤں کی سماجی حالت

آریا لوگ بنیادی طور پر چوپان تھے جو گھاس اور پانی کی تلاش میں اکثر نقل مکانی کرتے رہتے تھے۔ وادیٔ سندھ میں آنے کی بڑی وجہ بھی گھاس اور پانی کی تلاش تھی۔ اس لیے آریا لوگ بڑے بڑے شہر آباد کر کے نہیں رہتے تھے' بلکہ خاندانوں اور قبیلوں کی شکل میں چھوٹی چھوٹی بستیوں میں رہتے۔ آریا زراعت کے صرف ابتدائی اصولوں سے واقف تھے' اپنی بستیوں کی قریب والی زمین میں وہ سبزیاں کاشت کر کے اس کے چاروں طرف کانٹوں کی باڑ لگاتے تھے۔ کاشت کاری کے لیے وہ لوگ بیلوں کا استعمال کرتے تھے۔ آریائی معاشرے میں خاندان کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ خاندان کا سربراہ مرد ہوتا تھا۔ جس کے حکم کی تعمیل ہر ایک پر لازم تھی۔ عورتیں گھریلو زندگی کی ذمہ داری پوری کرتی تھیں اور اہل خانہ میں ان کی بڑی عزت تھی۔ آریا قوم مختلف قبیلوں میں بٹی ہوئی تھی۔ لوگوں کے آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنا قبیلوں کے سرداروں کی ذمہ داری تھی۔

چوپانی اور ابتدائی زراعت کے علاوہ آریا ماہر بڑھئی' لوہار' کمہار اور معمار بھی تھے۔ وہ رتھ گاڑیاں اور زرعی اوزار بنانا جانتے تھے۔ دریاؤں کو پار کرنے کے لیے وہ کشتیاں بھی بنا سکتے تھے۔ آریا لوگ طرح طرح کے کھیلوں کے شوقین تھے اور گھوڑں اور رتھوں کی دوڑ ان کا مقبول مشغلہ تھا۔ رقص و موسیقی کا رواج بھی عام تھا۔ اپنے تہواروں پر وہ سوم رس پیتے تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان میں بہت سی بری عادتیں بھی تھیں۔ آریا میدان جنگ کے ماہر تھے' جنگ میں راجا اور سردار رتھ پر اور گھوڑوں پر سوار ہوتے اور دوسرے لوگ پیدل لڑائی لڑتے تھے ۔ ان کے جنگی ہتھیاروں میں تلوار ' نیزہ ' تیر' کلہاڑی اور تیر کمان شامل تھے۔

لباس اور خوراک

آریا لوگ بھیڑوں کی اُون سے کپڑا بنانا جانتے تھے اور سوت کات کر کپڑا بنانے کے فن سے بھی واقف تھے۔ اس لیے ان کا لباس اونی اور سوتی کپڑے سے تیار کیا ہوتا تھا۔ جانوروں کی کھالوں سے لباس بنانے کا رواج بھی تھا۔ عورتیں ساڑی کی طرح کا لباس پہنتی تھیں۔ عورتوں میں زیورات کا استعمال بھی عام تھا۔ ان کے زیورات سونے کے بنے ہوتے تھے۔ ان کی خوراک نہایت سادہ اور طاقتور تھی۔

وہ زیادہ تر پھل، گندم، گوشت، چاول، سبزیاں، دودھ، دہی، مکھن اور گھی استعمال کرتے تھے۔

مذہب

ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتابوں سے ہمیں آریاؤں کی مذہبی، سماجی اور معاشی زندگی کے حالات کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔ رگ وید، شاستر، منوسمرتی، گیتا اور رامائن ہندوؤں کی مذہبی کتابیں ہیں۔ رگ وید سب سے پرانی اور مقدس کتاب ہے۔ اس کتاب کے مطابق آریا لوگ قدرت کی عظیم طاقتوں مثلاً سورج، آسمان، بادل، ہوا اور طوفان کے دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ ان کے تین دیوتا تھے۔ سب سے بڑا دیوتا "برہما" کہلاتا تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ دیوتا انھیں دنیا کی تمام خوشیاں دے سکتے ہیں۔ موجودہ ہندو معاشرے اور مذہب کی بنیاد آریاؤں کے زمانے میں پڑ چکی تھی۔ اس لیے آریاؤں کا زمانہ ہندوؤں کا قدیم زمانہ سمجھا جاتا ہے۔

ذات پات کی تقسیم

ذات پات ہندوؤں کا اہم مسئلہ ہے۔ اکثریت کا خیال یہ ہے کہ جب آریا وادیٔ سندھ میں آئے تو ان میں ذات پات کا کوئی تصور نہ تھا۔ وہ سب ایک تھے۔ ان کی زندگی بڑی سادہ تھی اور ان میں کوئی بڑا تھا نہ چھوٹا۔ جنوبی ایشیا میں آکر آریاؤں کو اپنے بچاؤ کے لیے ہر دم ہتھیار بند رہنا پڑتا تھا۔ ان حالات میں ان کے تمام کاروبار بری طرح متاثر ہونے لگے۔ جب سب آدمی لڑنے کے لیے تیار کھڑے ہوں تو مذہبی رسومات کون پوری کرے۔ لہٰذا اپنے آپ کو منظم کرنے کے لیے آریاؤں نے معاشرے کے چار طبقے بنا ڈالے۔ ایک طبقہ برہمن کہلاتے تھے۔ یہ مذہب کی رسومات اور پوجا پاٹ کرنے میں مدد کرتے تھے۔ عزت اور مرتبے میں یہ طبقہ سب سے اونچا تھا۔ دوسرا طبقہ سپاہیوں اور حکمرانوں کا علیحدہ بن گیا۔ اس کا نام کھشتری ہوگیا۔ تیسرے طبقے میں وہ لوگ تھے جو کوئی ہنر جانتے تھے یا کھیتی باڑی کرتے تھے ان کو ویش کہا گیا۔ اب آخر میں وہ لوگ رہ گئے جو جسمانی طور پر کمزور تھے ان کو چھوٹے موٹے کام دیئے گئے مثلاً ایک جگہ سے دوسری جگہ خط یا پیغام لے جانا، کھانا پکانا وغیرہ۔ اس طبقے کو شودر کہا گیا۔ شودروں کا کام صرف خدمت کرنا تھا۔ ابتدا میں سب ایک دوسرے کے رشتے دار اور عزیز تھے۔ ایک طبقے سے دوسرے طبقے میں جانے کی آزادی تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ یہ ذات پات موروثی بن گئے، ایک ذات سے دوسری ذات میں جانا ناممکن بن گیا۔ مذہبی رنگ دے کر آریاؤں کو چار مختلف حصوں میں بانٹ دیا گیا۔ پھر وقت آنے پر

ہر ذات کئی فرقوں میں بٹ گئی ۔ ہزاروں سال گزر جانے کے بعد آج بھی ہندو سماج ان ذاتوں کا شکار بنا ہوا ہے۔

ذاتوں کے نقصانات

ذاتوں کی تقسیم نے ہندو معاشرے کو اتنا مضبوط بنا دیا کہ وہ تمام جنگوں میں جیت کر شمالی اور جنوبی ایشیا کے مالک بن بیٹھے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ہندوؤں کے نچلے طبقے میں ذات پات کی وجہ سے بد امنی اور بد دلی پھیل گئی۔ شودر کے بیٹے کو ہمیشہ شودر ہی رہنا تھا۔ وہ چاہے کتنا ہی ذہین اور شریف ہو۔ ہندو سماج میں اس کے لیے رتّی بھر عزت نہ تھی مگر برہمن کا بیٹا چاہے کند ذہن، نکما اور بد چلن ہی کیوں نہ ہو وہ قابلِ احترام تھا۔ شودر تعلیم حاصل نہیں کرسکتے تھے اور نہ ہی اپنا مستقبل سنوار سکتے تھے۔ ترقی کے تمام راستے، ان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند تھے۔ وہ انسان ہوتے ہوئے جانوروں سے بد تر تھے۔ بڑے ذات والے، شودروں کو چھونا تو کیا دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتے تھے۔ مہا راجا بھی ان کے سامنے سر جھکاتے تھے۔

اس طرح برہمن پورے معاشرے پر چھائے ہوئے تھے۔ ذات پات کی اتنی بڑی تفریق سے نچلے طبقے کے لوگوں میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ وہ برہمنوں کے اقتدار سے نفرت کرنے لگے۔ یہ نفرت عین انسانی فطرت کے مطابق تھی۔ جب کسی کو معاشرے میں بنیادی حقوق حاصل نہ ہوں تو وہ اس معاشرے کے اصولوں سے سخت نفرت کرتا ہے۔ اسی بنا پر اصلاحی تحریکیں نئے مذاہب کی صورت میں سامنے آئیں۔ ان میں بدھ مذہب کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس نئے مذہب میں ذات پات کی تفریق کو نہیں مانا جاتا تھا۔

بدھ مذہب

گوتم بدھ

دیکھتے ہی دیکھتے بدھ مذہب جنوبی ایشیا کے شمالی حصّوں پر چھا گیا۔ یہ مذہب دراصل اس وقت کے ظالم ہندو سماج کی ناانصافیوں کے خلاف ایک ردِ عمل تھا۔ چھوٹی ذات کے ہندوؤں نے اسے بخوشی قبول کیا۔ اس نئے مذہب کے بانی کا اصل نام سدھارتھ تھا۔ وہ کپل وستو کے مہاراجا کے بیٹے تھے۔ راجکمار بچپن سے ہی سنجیدہ مزاج تھے۔ لوگوں کے دکھ درد دیکھ کر ان کا جی بھر آتا تھا۔ انسان تو انسان، زخمی پرندوں اور جانوروں تک کو دیکھ کر رو پڑتے تھے۔ ان کے والد نے ان کو جنگی تربیت دینی چاہی مگر وہ نہ مانے۔ وہ دن

رات اپنے خیالوں میں کھوئے رہتے۔ ان کے والد ان کی یہ حالت دیکھ کر خود بھی پریشان رہتے تھے۔ یہ سوچ کر کہ شاید بیٹے کی حالت بہتر ہو جائے راجا نے اپنے بیٹے کی شادی اس وقت کی نہایت خوب صورت لڑکی یشودھرا سے کر دی مگر کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ سدھارتھ ویسے ہی رہے۔ دنیا کی عیش و عشرت انھیں بالکل اچھی نہ لگتی تھی۔ دنیا کے دکھوں اور برائیوں کو دیکھ کر وہ اور رنجیدہ ہو جاتے تھے۔ ایک رات جب سب گھر والے سو رہے تھے تو سدھارتھ اٹھے اپنی بیوی، بچے اور والدین کو آخری بار دیکھا اور محل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔ برسوں تک جنگلوں میں ریاضت کی۔ آخر کار "گیا" کے مقام پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ ایک رات یکایک ان کو ایک روشنی سی نظر آئی اور انھیں خیال آیا کہ انھیں نجات کا راستہ مل گیا ہے۔ اس روز سے آپ کا نام سدھارتھ سے گوتم بدھ ہو گیا۔

بدھ مذہب کی تلقین

گوتم بدھ نے نجات کی خوشخبری اب لوگوں تک پہنچانے کا کٹھن کام اپنے ذمّے لے لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ دنیا دکھوں کا گھر ہے۔ یہاں ظلم، لالچ، مصیبتیں اور فریب ہیں۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے انسان کو سادہ زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اپنی دنیاوی خواہشات کو ختم کر دینا چاہیے۔ گوتم بدھ کا فرمان تھا کہ کسی جاندار کو نہ مارو، جھوٹ مت بولو، شراب مت پیو، چوری نہ کرو اور تمام قسم کی برائیوں سے بچو۔ ان کے مذہب میں سب برابر اور قابل احترام تھے اور ذات پات کا کوئی فرق نہ تھا۔ ان کے کہنے کے مطابق صحیح فکر، صحیح خیالات اور صحیح عمل ہی سے انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔

بدھ مذہب کی کامیابی کے اسباب

بدھ مت کی کامیابی کا سب سے بڑا راز اس کی سیدھی سادی تعلیم تھی۔ بدھ مت کا پیرو کار بننے کے لیے کوئی رسمیں یا قربانیاں دینی نہ پڑتی تھیں۔ مہاتما بدھ کی اپنی زندگی بے داغ تھی۔ انھوں نے اپنی مرضی سے امیری چھوڑ کر فقیری کو اپنایا تھا۔ لوگ برہمنوں کے ظلم اور ذات پات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، لہٰذا لوگوں نے اس نئے مذہب کو بہت جلد قبول کر لیا۔ ہندو مذہب کی رسومات اور عبادات سنسکرت میں ہوتی تھیں جن کو صرف برہمن ہی جانتے تھے۔ مگر بدھ مت کی تبلیغ پالی زبان میں ہوتی تھی جو عوام کی عام زبان تھی۔ بدھ مت کے عام ہو جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ گوتم بدھ کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔ اس لیے بدھ مت راجاؤں میں بھی مقبول ہو گیا۔ دو عظیم ہندو بادشاہ اشوک اور کنشک

خود بھی بدھ مت کے پیرو کار بن گئے اور اس کے پھیلانے میں بڑی مدد کی۔ اس طرح بدھ مذہب بہت جلد پھیل گیا اور برہمنوں کا اقتدار جاتا رہا۔

بدھ مذہب کے خلاف ہندوؤں کی کوششیں

ہندوؤں نے جب دیکھا کہ عوام بدھ مت کی طرف جا رہے ہیں اور ان کا عوام پر اثر و رسوخ ختم ہو رہا ہے تو انھوں نے اپنے مذہب میں وہ تمام اصول اور اچھی چیزیں شامل کرنا شروع کردیں جو بدھ مذہب نے بتائی تھیں۔ گوتم بدھ کی وفات کے بعد بدھ مذہب میں بھی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ جس سے بدھ مت کمزور ہو گیا۔ ان عوامل نے بدھ مذہب کو کافی کمزور کردیا۔ لیکن دو ہزار برس گزر جانے کے بعد آج بھی دنیا کے بہت سے ملکوں میں بدھ مذہب کے ماننے والے موجود ہیں۔ پاکستان میں بھی اس مذہب کے پیروکار موجود ہیں جنھیں اپنے عقیدے کے مطابق عبادت اور رہن سہن کی پوری آزادی ہے۔

بدھ مذہب کا ہندو معاشرے پر اثر

دنیا میں ہر عمل کا ردِّعمل ضرور ہوتا ہے۔ مہاتما بدھ نے ہندوؤں کی سماجی برائیوں' برہمنوں کے عوام پر مظالم اور ذات پات کی قید کے خلاف اپنی آواز بلند کی۔ انھوں نے بدھ مت کے دروازے ہر ایک کے لیے کھول دیے۔ جنم یا ذات کی کوئی قید نہ تھی۔ جو چاہتا بدھ مذہب میں شامل ہوجاتا۔ اس طرح برہمنوں کی عزت اور وقار پہلے جیسا نہ رہا اور معاشرے میں ان کا احترام جاتا رہا۔ نیا مذہب ہندو سماج کے خلاف ایک کھلی بغاوت تھی جو کامیاب رہی اور ہر قسم کی اونچ نیچ ختم ہو گئی۔ انجام کار ہندو سماج میں جو کچھ بہتری اور سدھار آیا وہ بدھ مت کے اثر کا نتیجہ تھا۔

سوالات

1 ----- جنوبی ایشیا کی قدیم تہذیب کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

2 ------ موہنجو دڑو کی تہذیب کی بربادی کا سبب کیا تھا؟

3 ------ آریا لوگ کب اور کیوں جنوبی ایشیا میں آئے؟

4 ------ آریاؤں کے رہن سہن کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

5 ------ بدھ مذہب کی کامیابی کے کیا اسباب تھے؟

6 ------ بدھ مذہب کی ابتدا کن حالات میں ہوئی اور اس کے ذریعے لوگوں کو کیا تلقین کی جاتی تھی؟

8 ------ مندرجہ ذیل جملوں میں سے جو جملے صحیح ہیں ان کے سامنے "ص" لکھیں اور جو غلط ہیں ان کے سامنے "غ" لکھیں۔

i --- وادیٔ سندھ کے لوگ پکے مکانوں میں رہتے تھے۔ (--------)

ii --- موئن جو دڑو کے ہر مکان میں کھڑکی تھی۔ (--------)

iii --- آریا لوگ پست قد اور بد صورت تھے۔ (--------)

iv --- "رگ وید" ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتاب ہے۔ (--------)

v --- برہمن ہندوؤں کی سب سے نیچی ذات ہے۔ (--------)

vi --- بدھ مت ہندو معاشرے کے خلاف بغاوت تھی۔ (--------)

9 ------ دیے گئے جوابات میں سے خالی جگہوں پر درست جوابات لکھیں۔

i --- سندھ کی تہذیب ہزارہا سال -------- ہے۔ (نئی - پرانی)

ii --- موئن جو دڑو کا شہر بہت -------- تھا۔ (بڑا - چھوٹا)

iii --- موئن جو دڑو کے لوگ بنیادی طور پر -------- تھے۔ (کاشت کار - صنعت کار)

iv --- آریا -------- تھے۔ (بہادر - بزدل)

عملی کام

1 ------ موئن جو دڑو اور ہڑپہ سے جو اشیاء برآمد ہوئی ہیں - ان کی تصاویر اکٹھی کریں۔

2 ------ موئن جو دڑو کے بڑے حمام کی تصویر بنائیں۔

ساتواں باب

جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی آمد

مسلمانوں کی آمد سے پہلے جنوبی ایشیا کی حالت

عرب مسلمانوں کی آمد سے پہلے جنوبی ایشیا پر ہندو راجاؤں کی حکومت تھی۔ پورا ملک چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ان ریاستوں کے حکمران اکثر آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی طاقتور اور عقل مند بادشاہ ان چھوٹی ریاستوں کو ملا کر ایک بڑی ریاست کی بنیاد رکھتا مگر جیسے ہی وہ بادشاہ وفات پاتا اس کی سلطنت بکھر جاتی۔ ہندوؤں کا آخری بڑا راجا ہرش تھا۔ اس کی حکومت جنوبی ایشیا کے تمام شمالی حصے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی وفات 648ء میں ہوگئی۔ اس کے بعد اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ بہت سی آزاد ریاستیں قائم ہوگئیں ۔ مسلمانوں کی آمد کے وقت راجا داہر سندھ پر حکومت کرتا تھا۔ اس کی حکومت دیبل سے لے کر ملتان تک تھی۔

سندھ میں آمد (711ء سے 1707ء تک)

اسلام لانے سے بہت پہلے عرب تاجروں کا جنوبی ایشیا میں آنا جانا تھا۔ مغربی ساحل سے سری لنکا تک عربوں کی تجارت کا دائرہ تھا۔ مقامی باشندے عربوں سے بخوبی واقف تھے۔ اسلام لانے کے بعد عرب تاجروں نے تجارت کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام کا ذمہ بھی لے لیا۔ مسلمان تاجروں کی نیک نیتی اور اعلیٰ اخلاق کا مقامی لوگوں پر گہرا اثر تھا۔ مسلمانوں کو معلوم تھا کہ جنوبی ایشیا کے رہنے والے بت پرست ہیں ایک خدا کو ماننے کی بجائے مندروں میں ہزاروں بت رکھے ہوئے ہیں ۔ راجا داہر اکثر عرب حکومت کے باغیوں کو اپنے ہاں پناہ دیتا رہتا تھا۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے مسلمانوں نے کبھی سندھ پر حملہ نہ کیا بلکہ صبرو تحمل سے کام لیتے رہے۔ حملے کی بڑی وجہ سندھ کے قزاقوں کا مسلمانوں کے جہازوں کو لوٹنا تھا۔ سری لنکا سے کچھ تاجر جہازوں پر واپس بصرہ جا رہے تھے' ان جہازوں میں چند عرب تاجروں کی بیوائیں اور

یتیم بچّے بھی تھے جو سری لنکا میں وفات پا گئے تھے۔ سری لنکا کے راجا کے مسلمانوں سے تعلقات بہت اچھے تھے۔ ان جہازوں میں وہ تحائف بھی تھے جو بڑی خوشی اور عقیدت، سے سری لنکا کے راجا نے خلیفہ کو بھیجے تھے۔ جب جہاز سندھ کی بندر گاہ دیبل کے قریب پہنچے تو بحری ڈاکوؤں نے انھیں لوٹ لیا اور کچھ مسلمان بچّوں' عورتوں اور مردوں کو قیدی بنا کر لے گئے۔ اس المناک واقعے کی اطلاع جب خلیفہ کو ملی تو اس نے اپنی سلطنت کے مشرقی حصّے کے گورنر حجاج بن یوسف کو کارروائی کرنے اور مسلمان قیدیوں کو واپس لانے کا حکم دیا۔ حجاج نے اسلامی رواداری اور صبر سے کام لیتے ہوئے پہلے راجا داہر کو قاصد کے ہاتھ ایک خط روانہ کیا جس میں اس سے کہا گیا تھا کہ تمام مسلمان بچّے' عورتیں اور مرد جو قیدی بنا لیے گئے ہیں ان کو عزت و احترام کے ساتھ بصرہ بھیجا جائے اور لوٹا ہوا مال بھی واپس کر دیا جائے۔ راجا داہر نے خط کا کوئی خاطر خواہ جواب نہ دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ مال بحری ڈاکوؤں نے چھینا ہے' جو میرے دائرہ اختیار میں نہیں ہیں۔ اس پیغام کو سنتے ہی حجاج نے خلیفہ سے مشورہ کرنے کے بعد بارہ ہزار عرب سپاہیوں کو سندھ پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کو آزاد کرانے کا حکم دیا۔ اسلامی فوج کی قیادت ایک سترہ سال کے نوجوان محمّد بن قاسم کے ہاتھ میں تھی جو حجاج کا بھتیجا تھا اور داماد بھی تھا۔ محمّد بن قاسم اپنے وقت کا مانا ہوا جرنیل اور بہادر سپاہی تھا۔ بارہ ہزار فوجی جوان اور تین ہزار اونٹ خشکی کے راستے سندھ کی جانب روانہ
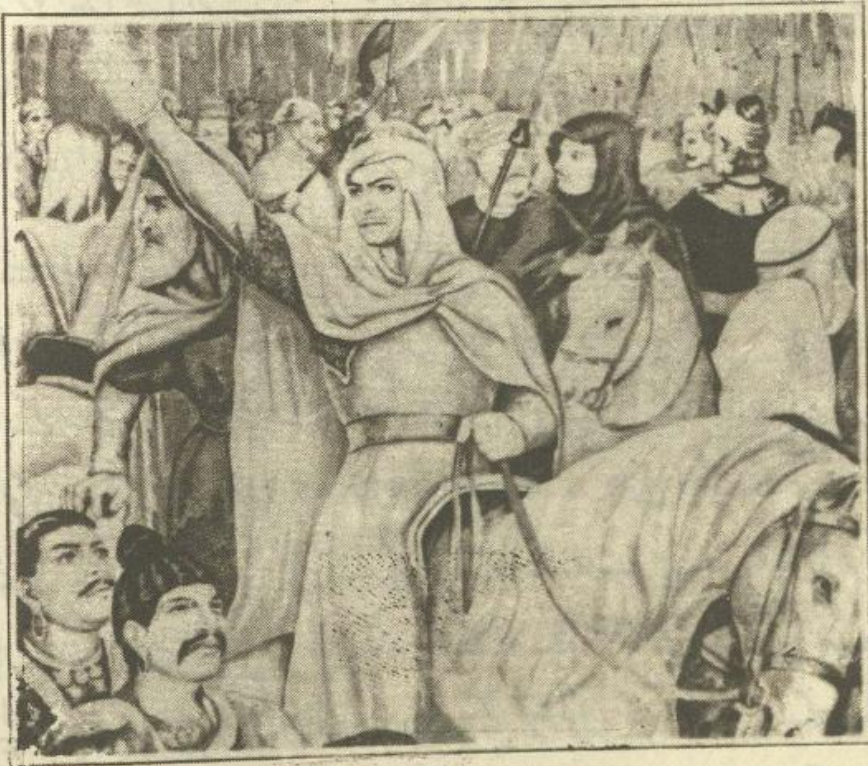
محمّد بن قاسم

ہوئے ۔ کچھ جنگی سامان اور کھانے پینے کی اشیاء جہازوں کے ذریعے بھیجی گئیں۔ حملے کی تیاری بڑی سوچ سمجھ کے ساتھ کی گئی تھی۔ تمام ممکنہ مشکلات کو سامنے رکھ کر ان کا مناسب بندوبست کیا گیا تھا۔ جنوبی ایشیا میں راجاؤں نے بڑے بڑے فصیل دار شہر اور قلعے بنائے ہوئے تھے۔ ان فصیلوں اور قلعوں کو توڑنے کے لیے عربوں کے پاس ایک قسم کی توپیں تھیں جن کو منجنیق کہتے تھے۔ منجنیق کے ذریعے فصیلوں اور قلعوں کو بھاری پتھر مار کر توڑ دیا جاتا تھا۔
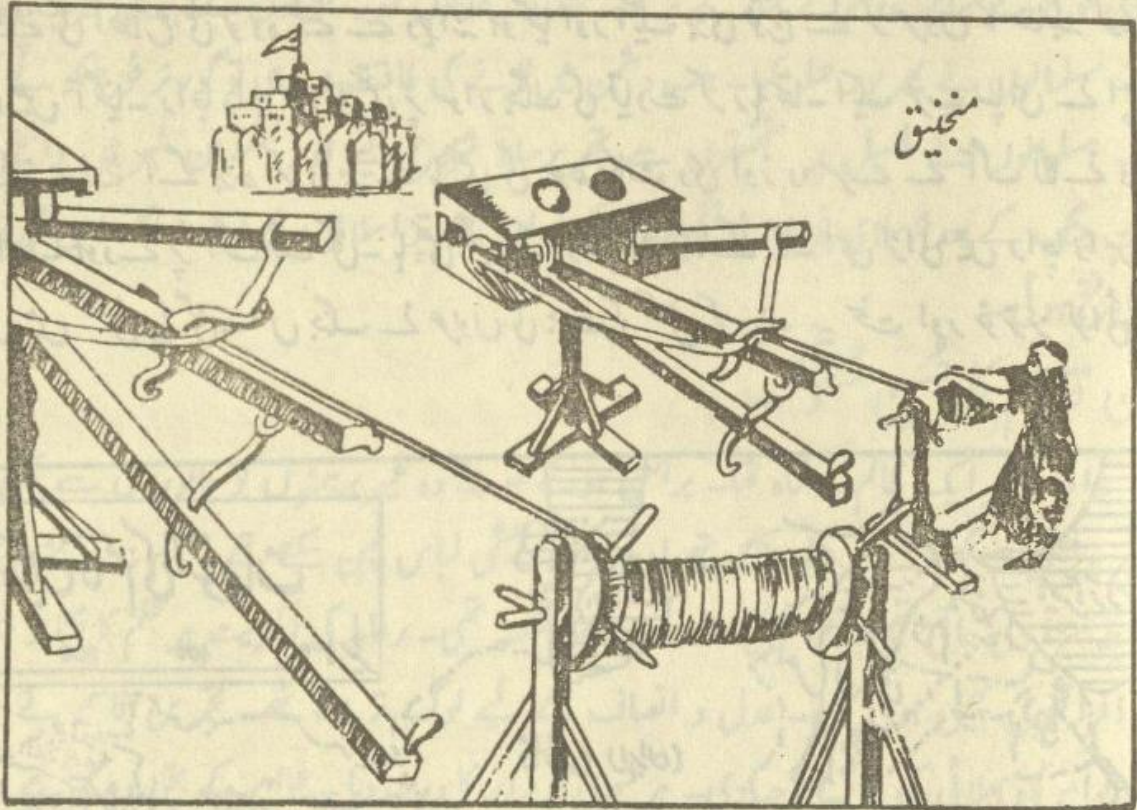
دیبل کی فتح

محمد بن قاسم نے سندھ پہنچتے ہی دیبل کا محاصرہ کر لیا۔ دیبل موجودہ کراچی کے پاس ایک مشہور بندرگاہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ دیبل میں ایک مندر تھا جس پر سرخ جھنڈا لہراتا رہتا تھا۔ ہندوؤں کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ جھنڈا لہرا رہا ہے کوئی طاقت ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مسلمانوں کو اس عقیدے کا علم ہو چکا تھا۔ لہٰذا ایک خاص طاقت ور منجنیق کے ذریعے پتھر پھینکے گئے جن کی وجہ سے جھنڈا گر پڑا۔ ہندوؤں کے حوصلے جھنڈا گرتے ہی پست ہو گئے۔ راجا داہر کی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ دیبل کے غیر برہمن لوگ جو راجا داہر کے مظالم سے تنگ آگئے تھے، محمد بن قاسم کے حُسنِ سلوک سے اس کے ساتھ مل گئے۔ دیبل فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے نیرون کوٹ کو فتح کیا۔

اروڑ کی فتح

نیرون کوٹ کے بعد محمد بن قاسم، راجہ داہر کے دارالحکومت اروڑ کی طرف بڑھا۔ راستے میں کئی جگہ پر لوگوں نے نہ صرف بغیر جنگ کے ہتھیار ڈال دیے بلکہ محمّد بن قاسم کو خوش آمدید کہا۔ یہ اس لیے ہوا کہ لوگ محمّد بن قاسم کی نرمی اور نیک طبیعت کے بارے میں سن چکے تھے۔ راجا داہر کو جب محمّد بن قاسم کے اروڑ پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ غصّے سے دیوانہ ہوگیا اور ایک بڑی فوج لے کر عربوں کا مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں آگیا۔ راجا داہر خود ہاتھی پر سوار جنگ کی قیادت کر رہا تھا۔ ایک عرب سپاہی نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے آگے بڑھ کر داہر کے ہاتھی کی سونڈ کاٹ دی اور دوسرے نے آگ لگانے والا تیر ہودے پر مارا۔ ہودے پر آگ لگ گئی۔ ہاتھی گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ اس لڑائی میں راجا داہر مارا گیا اور سپاہیوں میں کھلبلی مچ گئی۔ اس جنگ نے عربوں کی جیت کو مکمل کر دیا۔ یہ سخت اور خونریز لڑائی 712ء میں ہوئی۔
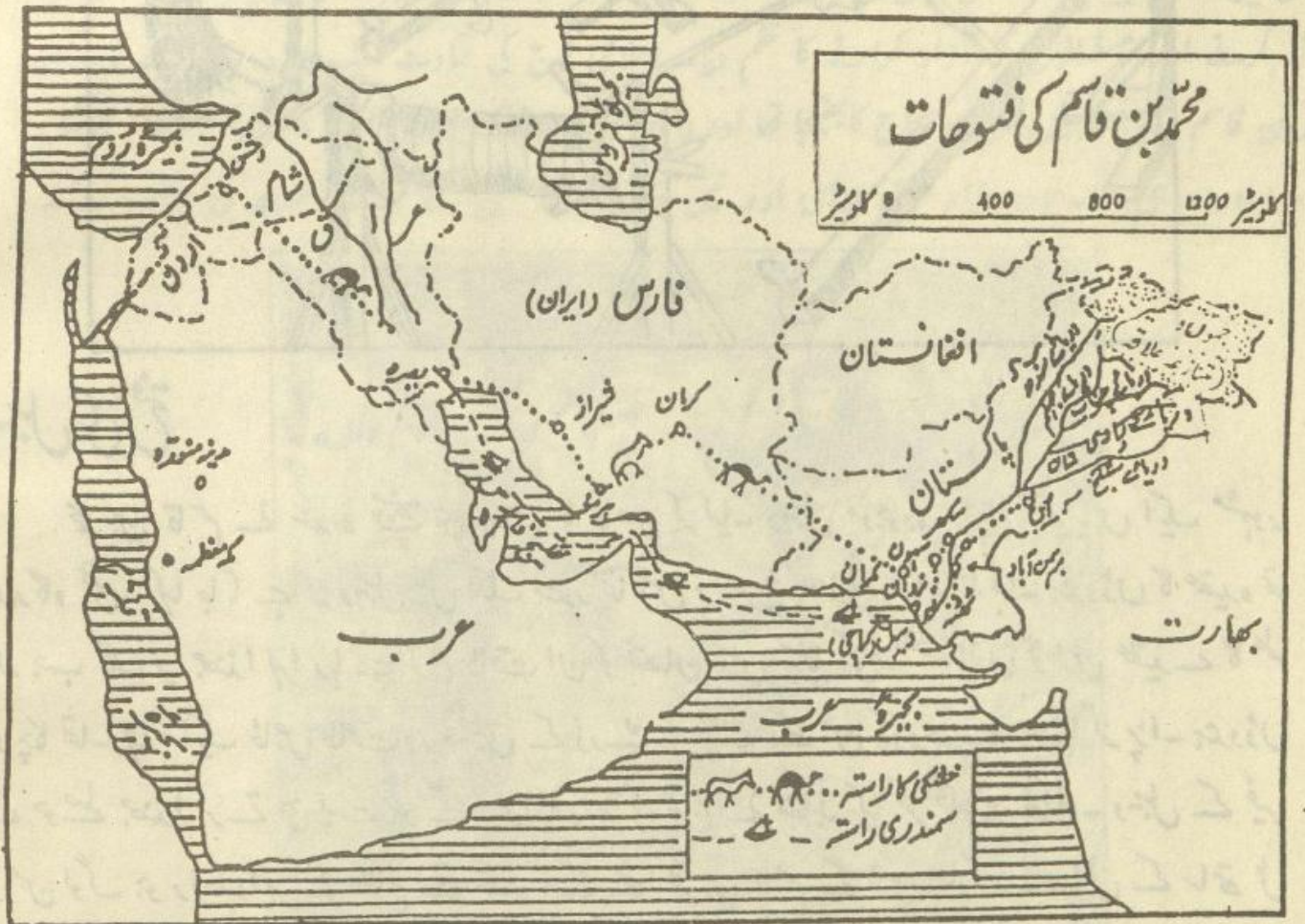
ملتان کی فتح

اروڑ فتح کر لینے کے بعد عرب جانباز محمد بن قاسم کی قیادت میں ملتان کی جانب بڑھے۔ ملتان ان دنوں سندھ کا ایک صوبہ تھا۔ عسکری لحاظ سے اس شہر کی بڑی اہمیت تھی۔ ملتان کا گورنر پوری تیاری کے ساتھ عربوں کے انتظار میں تھا۔ مسلمان فوج جب دریائے چناب کے مغربی کنارے پر پہنچی تو ملتان کا گورنر بہت بڑی فوج کے ساتھ دوسرے کنارے پر تھا۔ شدید رکاوٹوں اور تکلیفوں کے باوجود عرب مجاہد دریا پار کر گئے۔ مسلمانوں نے بھرپور حملہ کیا۔ جب دشمن میں لڑنے کی طاقت نہ رہی تو گورنر فوج کو لے کر قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے فصیل پر منجنیقوں سے پتھر برسانا شروع کیے اور مسلمان شہر میں داخل ہو گئے۔ زبردست جنگ کے بعد اسلامی فوج نے فتح حاصل کر لی اور قلعے پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ اس طرح 713ء میں ملتان کی فتح ہوئی۔

محمد بن قاسم کا حُسنِ سُلوک

راجا داہر ایک ظالم بادشاہ تھا۔ برہمن ہوتے ہوئے وہ غیر برہمنوں کو جانوروں سے بھی بد تر سمجھتا تھا۔ غیر برہمن نہ گھوڑے پر بیٹھ سکتے تھے اور نہ ہی ریشمی لباس پہن سکتے تھے۔ حکم نہ ماننے پر ان کو سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی۔ عوام کی حالت بہت ہی خستہ تھی۔ رعایا کی اکثریت ہر ظلم کا نشانہ بنتی تھی۔ ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ عدل و انصاف کے لیے لوگ ترستے تھے۔ محمّد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے عوام کی بھلائی کی طرف توجہ دی۔ ہر شہری کو برابر کا درجہ دیا۔ عوام کے بچّوں کے لیے مدرسے قائم کیے۔ راجا داہر کے بڑے بڑے عہدے داروں کی اکثریت کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھا۔ عرب سردار اور محمّد بن قاسم رعایا کو عزّت دیتے اور بغیر تعصب ان کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آتے۔ تمام رعایا کو اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے کی مکمل اجازت تھی۔ مندروں اور دوسری عبادت گاہوں کے اخراجات سرکاری خزانے سے دیے جاتے تھے۔ ہندوؤں کے لیے نئی عبادت گاہیں سرکاری خرچ سے بنائی گئیں۔ بدھ راہبوں اور برہمنوں سے اچھا سلوک کیا۔

محمّد بن قاسم نے بہت سے غیر ضروری ٹیکس ختم کر دیے۔ کسانوں کو بہت سی مراعات دیں۔ بنجر زمین کو آباد کرنے میں لوگوں کی مدد کی اس طرح ملک کی پیداوار بڑھ گئی اور لوگ خوش حال ہو گئے۔ جنگ کی وجہ سے جن لوگوں کا نقصان ہوا تھا وہ سرکاری خزانے سے پورا کر دیا گیا۔ مقامی کاریگروں اور دستکاروں کی ہمت افزائی کی گئی۔ سندھ کے عوام مسلمانوں کے حسن سلوک سے اتنے متاثر ہوئے کہ

محمد بن قاسم کو نجات دہندہ سمجھنے لگے۔ محمد بن قاسم سندھ میں تین سوا تین برس رہا۔ جب وہ یہاں سے رخصت ہونے لگا تو لوگ زارو قطار روئے۔

سندھ کی فتح کے نتائج

سندھ کی فتح نے جنوبی ایشیا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا عربوں کی اس فتح کے دور رس نتائج نکلے۔ یہاں کے لوگوں کو پہلی مرتبہ اسلام اور اسلام کی سیاسی قوت سے واسطہ پڑا اور انھیں مسلمانوں کے طرز حکومت سے آگاہی ہوئی۔ یہاں کے لوگوں نے صرف ہندو راجاؤں کے ظلم و ستم دیکھے تھے۔ مسلمان حاکموں نے انھیں تصویر کا دوسرا رُخ دکھایا۔ اس کے علاوہ اسلامی اور جنوبی ایشیا کی تہذیب بھی پہلی مرتبہ سندھ میں ہی ایک دوسرے سے متاثر ہوئیں۔ دونوں تہذیبوں کے باہمی ربط وضبط سے ایک دوسرے پر گہرا اثر ہوا۔ اہل سندھ نے عربی رسم الخط کو اپنایا اور عربی کے بہت سے الفاظ سندھی زبان کا حصّہ بن گئے۔ سندھی ادیبوں نے بہت کم عرصے میں نہ صرف عربی زبان کو سیکھا' بلکہ اس زبان میں کافی مہارت حاصل کی اور وہ عربی نثر و نظم بڑی خوبی سے لکھنے لگے۔ سندھ کے لوگ حساب کتاب میں ماہر تھے۔ اس لیے عرب تاجروں نے ان کو بصرے میں اچھی اور اعلیٰ ملازمت کے مواقع فراہم کیے ان کے رہن سہن میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور وہ مسلمانوں کے طور طریقے اختیار کرنے لگے۔

عرب علم جغرافیہ کے ماہر تھے اس لیے عرب جغرافیہ دانوں اور سیاحوں نے مل کر سندھ کے جغرافیائی حالات قلم بند کیے۔ مسلمانوں کی علم دوستی سے اہل سندھ میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دیبل علم و ادب کا بڑا مرکز بن گیا۔ مسلمانوں کے حسن سلوک کا ہندوؤں پر ایسا اثر ہوا کہ وہ لاکھوں کی تعداد میں خود بخود مسلمان ہونے لگے۔ سندھ کی فتح نے اس علاقے کا اسلامی دنیا سے رشتہ قائم کردیا۔

سلاطینِ دہلی اور مغل بادشاہوں کے دور میں اسلامی تہذیب

سلاطینِ دہلی

سندھ کی فتح سے سندھ اور پنجاب کے جنوبی حصّوں تک عربوں کی حکمرانی قائم ہوگئی۔ مگر محمد بن قاسم کے بعد ایک بار پھر سندھ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئیں ۔ یہ چھوٹی ریاستیں بھی مسلم تہذیب کا گہوارہ بنی رہیں اور بزرگان دین کی آمد کا سلسلہ بھی بدستور قائم رہا۔

سندھ کی فتح کے تقریباً تین سو سال بعد اسلامی لشکر اپنے جاہ و جلال کے ساتھ ایک بار پھر جنوبی ایشیا میں داخل ہوا۔ مگر اس دفعہ دیبل سے سینکڑوں کلو میٹر دور درۂ خیبر ان کی منزل تھی اور عرب کی بجائے قیادت ایک حریت پسند افغان کے ہاتھ میں تھی۔ اس راستے سے سب سے پہلے آنے والا غزنی (افغانستان) کا حاکم سبکتگین تھا جس نے ہندو راجاؤں کی اسلام دشمنی سے مجبور ہو کر حملہ کیا۔ سلطان سبکتگین کی وفات کے بعد اس کے بیٹے سلطان محمود غزنوی نے پنجاب کے راجا جے پال کو شکست دی۔ سلطان محمود نے 1002ء سے 1026ء تک جنوبی ایشیا پر سترہ کامیاب حملے کیے۔ سلطان کا آخری اور بڑا حملہ جنوبی ایشیا کے مغربی ساحل پر گجرات کاٹھیاواڑ کے مقام سومنات پر تھا۔ یہاں ایک بہت بڑا مندر تھا' جس کی حفاظت کے لیے پورے جنوبی ایشیا کے راجاؤں نے اپنی فوج بھیج دی تھی۔ ہندو خوش تھے کہ ہمارے دیوتا محمود کو گھیر کر یہاں لے آئے ہیں۔ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن ہمیشہ کی طرح فتح اسلامی لشکر کا مقدّر تھا۔ سلطان محمود کی وفات کے کوئی ڈیڑھ سو برس بعد ایک اور مسلمان حکمران نے جس کا نام محمد غوری تھا' جنوبی ایشیا پر حملہ کر کے اس وقت کے مشہور ہندو راجا پرتھوی راج کو شکست دے کر ہندو حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان غوری کی وفات کے بعد اس کے نائب قطب الدین ایبک نے مزید فتوحات کیں اور 1206ء میں دہلی میں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس طرح جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی پہلی مستحکم حکومت قائم ہوئی۔ قطب الدین ایبک' سلطان غوری کا غلام تھا۔ اس کے بعد بننے والے چند سلطان بھی پہلے غلام رہ چکے تھے۔ اگرچہ ان سب سلاطین کا تعلق کسی ایک خاندان سے نہ تھا اور نہ ہی سب پیدائشی غلام تھے پھر بھی تاریخ میں ان سب کا ذکر خاندانِ غلاماں کے نام سے آتا ہے۔ اس خاندان میں قطب الدین' التمش رضیہ سلطانہ اور بلبن بہت مشہور ہیں۔

خاندان غلاماں کے بعد جنوبی ایشیا کی باگ ڈور خلجی خاندان کے ہاتھ آئی۔ اس خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ علاؤالدین خلجی تھا۔ اس نے بڑی فتوحات کیں اور قریب قریب پورے جنوبی ایشیا پر حکومت قائم کر لی۔ ملک کا انتظام بھی اس نے نہایت عمدہ طریقے پر کیا۔ اس خاندان کے بعد حکومت تغلق خاندان کے ہاتھ میں آئی۔ اس خاندان کے دو مشہور بادشاہ محمد تغلق اور فیروز تغلق تھے۔ محمد تغلق بڑا عالم فاضل تھا۔ تغلق خاندان کے وقت سندھ دہلی کا صوبہ تھا اور ٹھٹہ صدر مقام تھا۔ تغلق خاندان کے آخری دور میں امیر تیمور نے دہلی پر زبردست حملہ کیا۔ امیر تیمور تو واپس ترکستان چلا گیا' مگر اس حملے کی تباہ کاریوں کے بعد خاندان سادات اور لودھی خاندان نے حکومت کی۔ لودھی خاندان کا آخری بادشاہ ابراہیم لودھی تھا۔

ان تمام بادشاہوں کو سلاطین دہلی کہا جاتا ہے۔ سلاطین دہلی نے نہ صرف اسلامی حکومت کی جڑیں جنوبی ایشیا میں مضبوط کیں بلکہ اسلامی عدل و انصاف' عجز وانکساری' رحم و مساوات کی روائتیں بھی قائم کیں۔

شاہانِ مغلیہ

1526ء میں افغانستان کے بادشاہ ظہیرالدین محمد بابر نے دولت خان لودھی کی دعوت پر پانی پت کے میدان میں سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دی اور دہلی میں اپنی حکومت قائم کی۔ بابر نے اس وقت کے سب سے بڑے ہندو راجا رانا سانگا کو بھی شکست دی۔

بابر بہادر' نڈر' انصاف پسند اور تجربہ کار سپاہی تھا۔ مگر جنوبی ایشیا میں آکر وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا نصیرالدین محمد ہمایوں تخت پر بیٹھا۔ ہمایوں اتنا تجربہ کار نہ تھا اس لیے وہ زیادہ عرصہ چین سے حکومت نہ کرسکا۔ اسے بابر کی فوج کے ایک سردار فرید خان نے جس کا لقب شیر خان تھا' ایران بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ ہمایوں کے چلے جانے کے بعد فرید خان شیر شاہ سوری کے نام سے تخت نشین ہوا۔ شیر شاہ سوری کی اچانک موت کے بعد ہمایوں نے شاہ ایران کی مدد سے اپنا تخت پھر واپس حاصل کر لیا۔ ہمایوں کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین محمد اکبر تخت پر بیٹھا۔ اکبر مغلیہ خاندان کا سب سے مشہور بادشاہ تھا۔ اس نے ایک لمبے عرصے تک حکومت کی۔ اس نے جنوبی ایشیا کے شمالی اور جنوبی حصّوں کو مغلیہ سلطنت کا حصّہ بنایا اور مغلیہ سلطنت کو مستحکم کیا۔

اکبر کے بعد اس کا بیٹا نورالدین محمد جہانگیر تخت پر بیٹھا۔ جہانگیر نے کشمیر سے واپس آتے ہوئے وفات پائی اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہجہاں بادشاہ ہوا۔ ان کے زمانے میں تمام جنوبی ایشیا میں امن و امان تھا اور لوگ خوش حال اور چین کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس بادشاہ کا زمانہ مغلیہ سلطنت کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ شاہجہاں کو عمارتیں بنوانے کا بڑا شوق تھا۔ اس نے آگرے میں اپنی بیگم کا مقبرہ بنوایا جس کو تاج محل کہتے ہیں۔ تاج محل اپنی خوبصورتی کی وجہ سے دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ دہلی کا لال قلعہ' جامع مسجد' دیوانِ عام اور دیوانِ خاص بھی شاہجہاں نے بنوائے۔ اس بنا پر اسے انجینئر بادشاہ کہا گیا۔ شاہجہاں کے بعد اس کا بیٹا محی الدین محمد اورنگ زیب تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ بہت ہی پرہیز گار اور متقی تھا۔ بادشاہ ہوتے ہوئے بھی درویشوں جیسی زندگی بسر کرتا تھا۔ اپنے اور اپنے خاندان کے گزر اوقات کے لیے بادشاہ ٹوپیاں بنا کر بیچا کرتا تھا۔ اس کے عہد میں مغلیہ سلطنت بڑے وسیع علاقے میں پھیلی ہوئی تھی۔

مغلیہ سلطنت
اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں
کلومیٹر 800 400 200 0 کلومیٹر
70
80
90
30
20
10
سلطنت
مغل
دہلی
لاہور
ملتان
دریائے سندھ
دریائے جہلم
دریائے چناب
دریائے راوی
دریائے ستلج
دریائے جمنا
دریائے گنگا
دریائے گھاگرا
دریائے چمبل
جودھپور
دریائے لونی
گوالیار
اجین
اودے پور
دریائے نربدا
برہان پور
دریائے تاپتی
الہ آباد
کالنجر
بنارس
گنگا
چندر نگر
کلکتہ
ڈھاکہ
دریائے مہاندی
سورت
دمن
دولت آباد
اورنگ آباد
بسین
سالسیٹ
بمبئی
چاول
احمد نگر
گولکنڈہ
حیدرآباد
بیجاپور
کولہا پور
دریائے گوداوری
وزیگاپٹم
بملی پٹم
دریائے کرشنا
موسولی پٹم
گوا
چیندراگری
پولی کاٹ
مدراس
سادرس
پانڈیچری
فورٹ سینٹ ڈیوڈ
ٹرانکوبار
کالی کٹ
کوچین
مدورا
لنکا
بحیرۂ عرب
خلیج بنگال
جھیل مانسرور
دریائے برہم پتر
قابض اقوام | مقبوضات
پرتگیز | گوا۔ چاول۔ سالسیٹ بسین۔ دمن اور دیو۔
انگریز | بمبئی۔ فورٹ سینٹ ڈیوڈ مدراس اور کلکتہ
فرانسیسی | موسولی پٹم۔ پانڈی چری اور چندرنگر
ولندیزی | کوچین۔ سادرس پولی کاٹ اور بملی پٹم
ڈینش | ٹرنکوبار۔ سرام پور
سلطنت اورنگ زیب

1707ء میں اورنگ زیب کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کمزور ہونے لگی اور آخر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ صوبائی گورنر آزاد سلطان بن گئے۔ بالآخر ایک ایسا دور بھی آیا کہ مغل فرمانروا کی حکومت صرف دہلی کے
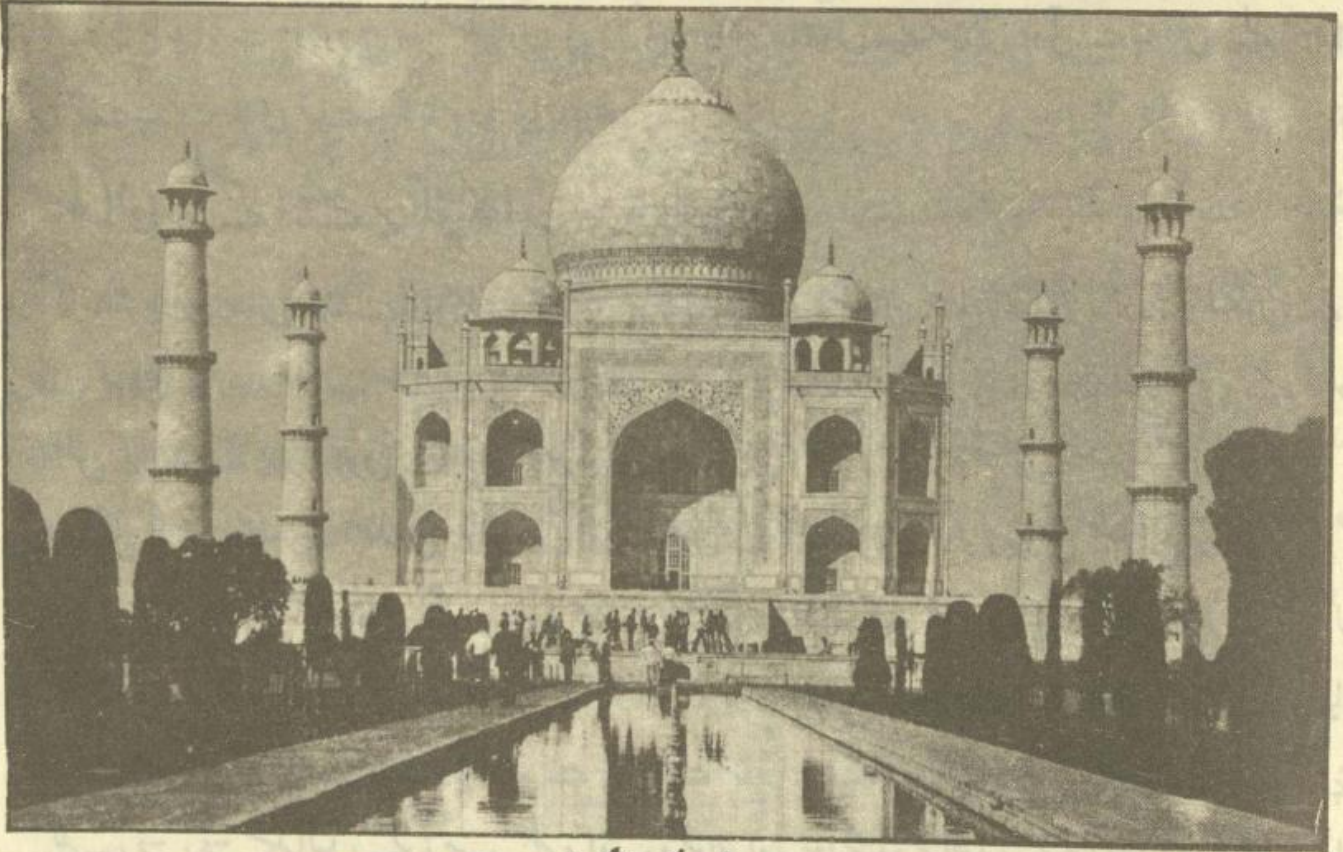
تاج محل (آگرہ)

کچھ حصے تک رہ گئی۔ 1857ء میں مغلوں کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کو انگریزوں نے لال قلعے میں قید کر لیا اور خود حکومت کرنے لگے۔ 1857ء کے بعد مغلیہ سلطنت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا اور یوں چھ سو سال کے بعد جنوبی ایشیا' مسلمان حکومت کے ہاتھ سے نکل کر انگریزوں کی غلامی میں چلا گیا۔

جنوبی ایشیا پر مسلمانوں کی تہذیب کے اثرات

جنوبی ایشیا پر مسلمانوں نے لگ بھگ چھ سو سال تک حکومت کی۔ اس طویل عرصے میں اسلامی تہذیب اس خطے میں کیسے پھیلی اور اس تہذیب نے کیا کیا اثرات چھوڑے ان سوالوں کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

مسلمانوں کی تہذیب

اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس مذہب میں زندگی کے دنیاوی

اور روحانی پہلوؤں کو برابر اہمیت حاصل ہے۔ اسلام میں میل جول کا طریقہ، رہن سہن، لباس، خوراک، کاروبار، تہواروں، لوگوں کے حقوق، غیر مسلموں سے سلوک، لین دین غرض پوری زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔ مسلمانوں کی زندگی اسلامی ضابطوں کے مطابق ہوتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کی تہذیب کو اسلامی تہذیب کا نام دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے اچھے برتاؤ کا اثر

مسلمان جہاں رہتا ہے وہی اس کا وطن ہوتا ہے۔ جب مسلمان جنوبی ایشیا میں آئے تو انھوں نے اس ملک کو اپنا وطن بنا لیا۔ مسلمانوں کا مقصد ملک گیری نہیں بلکہ انسانیت کی خدمت تھا۔ اس لیے فتوحات حاصل کرنے کے بعد انھوں نے اپنی تمام تر توجہ ملک میں امن و امان قائم کرنے اور لوگوں کو خوش حال بنانے کی طرف لگا دی۔ مسلمان بادشاہوں اور حاکموں نے کبھی کسی ہندو کو زبردستی مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی کبھی مقامی لوگوں کی مذہبی زندگی میں مداخلت کی۔ تمام رعایا کو مکمل اجازت تھی کہ وہ اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کریں۔ عام زندگی میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور حکومت میں ان کو مناسب حصہ دیا جس سے ہندو بہت متاثر ہوئے اور مسلمانوں کے بہت سے طریقے اپنانے لگے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں کے مذہب، علم و ادب و فنون اور معاشرتی طریقوں نے ہندوؤں پر گہرا اثر کیا اور مسلمانوں کی تہذیب کے اثرات جنوبی ایشیا میں نظر آنے لگے۔

اسلام کی مقبولیت

جنوبی ایشیا میں اسلام بہت جلد پھیلا مگر اس کی وجہ حکومت کی طرف سے دباؤ یا سختی نہیں تھی، بلکہ اسلام کی خوبیاں اور بزرگانِ دین کی کوشش تھی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندو معاشرے کی برائیوں نے بھی اسلام کے پھیلنے میں مدد کی۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہندو معاشرہ ذات پات کے خانوں میں بٹا ہوا تھا۔ برہمنوں کے بے جا تقاضوں نے شودروں کی زندگی کو موت سے بدتر کیا ہوا تھا۔ چھوٹی ذات والوں سے انتہائی نفرت کی جاتی تھی۔ عوام ناخوش تھے، مگر بے بس تھے۔ اس کے برعکس مسلمان بزرگانِ دین ہر چھوٹے بڑے کے ساتھ پیار، محبت اور نرمی سے پیش آتے تھے۔ ان کا اخلاق اعلیٰ تھا وہ عوام سے گھل مل جاتے اور ان کے دکھ درد بانٹنے کی کوشش کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ جنوبی ایشیا کے لوگ بغیر کسی جبر و لالچ اپنی خوشی سے اسلام قبول کرنے لگے۔ ان بزرگانِ دین میں لاہور کے داتا گنج بخشؒ جن کا اصلی نام سیّد علی ہجویریؒ ہے، خاص

طور پر مشہور ہیں۔ ان کے بعد خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری نے جن کا مزار اجمیر (بھارت) میں ہے چھوٹی ذات والوں کے ساتھ رہ کر ان کو اسلامی محبت اور مساوات کا پیغام سنایا۔ ان بزرگوں کے علاوہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے دہلی میں، حضرت شہباز قلندرؒ اور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ نے سندھ میں، حضرت بابا فرید شکر گنج پاک پٹن (پنجاب) میں اور بہت سی عظیم ہستیوں نے جگہ جگہ اسلام کی شمعیں روشن کیں۔ ان بزرگوں کے حسن سلوک سے اسلام خوشبو کی طرح ہر سو پھیل گیا۔

اسلام کے اثر سے بہت سے ہندوؤں کے خیال بدل گئے۔ وہ انسان کی عظمت اور برابری کے قائل ہو گئے اور بت پرستی کی مخالفت کرنے لگے۔ یوں تو بہت سے ہندوؤں نے اسلامی اثر قبول کیا لیکن ان میں گرو نانک قابل ذکر ہیں۔ گرو نانک نے ایک خدا کا تصور پیش کیا اور بت پرستی کی سخت مخالفت کی۔ انھوں نے سکھ مذہب کی بنیاد ڈالی۔ یہ نیا مذہب ہندو مذہب سے بالکل مختلف تھا۔ اس مذہب کے پیرو کافی تعداد میں بھارت میں رہتے ہیں۔

ہندوؤں اور مسلمانوں میں میل ملاپ

ایک جگہ رہتے ہوئے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے بالکل قریب ہو گئے اور ان میں میل ملاپ بڑھ گیا۔ مسلمانوں میں چھوت چھات کا تصور بالکل نہیں۔ وہ کسی انسان سے نفرت نہیں کرتے۔ چھوٹی ذات کے ہندوؤں کو اس بات نے بہت متاثر کیا۔ بہت سے ہندو سرکاری ملازمت میں بھی تھے۔ سرکاری زبان فارسی تھی، اس لیے ہندوؤں نے فارسی سیکھنا شروع کردی۔ مسلمانوں نے بھی ہندوؤں کی زبان سنسکرت سیکھی۔ اس وقت فارسی کے علاوہ پڑھے لکھے لوگ عربی بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ بادشاہوں کی زبان عام طور پر ترکی تھی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی فوج میں جنوبی ایشیا کے بہت سے علاقوں کے لوگ بھی تھے جو اپنی علاقائی زبان جانتے اور بولتے تھے۔ ان سب لوگوں کے میل جول سے ایک نئی زبان وجود میں آئی جس کو اردو کہا جانے لگا۔ اردو ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے لشکر۔ یہ زبان بہت سی زبانوں کے ملاپ سے بنی ہے۔ رفتہ رفتہ اس زبان نے اتنی ترقی کرلی کہ تمام جنوبی ایشیا میں بولی جانے لگی اور اب پاکستان کی قومی زبان ہے۔

علوم و فنون

علم حاصل کرنا اسلام میں بڑی فضیلت کی بات ہے۔ اس لیے مسلمان ہمیشہ علم کے شیدائی رہے ہیں۔

جنوبی ایشیا کے اکثر مسلمان بادشاہ خود عالم تھے اور علوم و فنون کی سرپرستی کرتے تھے۔ ان کے دربار میں عالم جمع رہتے تھے۔ ان کی بڑی عزت ہوتی تھی۔ خلجی اور تغلق دور میں امیر خسرو اپنے وقت کے مانے ہوئے عالم تھے۔ انھیں بہت سی زبانوں کے ساتھ ساتھ موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا۔ مسلمان ادیبوں نے ہندوؤں کی مقدس کتابوں اور ادب کی دوسری کتابوں کا ترجمہ فارسی میں کیا۔

لباس

ہندو مرد اور عورتیں عام طور پر ایسا لباس پہنتے تھے جو سلا ہوا نہ ہو۔ عورتیں ساڑی باندھتی تھیں اور مرد دھوتی۔ مسلمان بادشاہ، امراء اور عوام ستر پوشی کے علاوہ لباس میں نفاست اور خوش نمائی بھی چاہتے تھے۔ مسلمان کرتہ شلوار اور شیروانی پہنتے تھے۔ سر ڈھانپنے کے لیے طرح طرح کی خوبصورت اور باوقار ٹوپیاں اور پگڑیاں تھیں۔ مسلمانوں کے لباس نے بھی ہندوؤں پر بڑا اثر ڈالا۔ دیکھتے ہی دیکھتے جنوبی ایشیا میں ہندوؤں اور مسلمانوں کا لباس تقریباً ایک جیسا ہو گیا۔ آج بھی شلوار قمیض اور شیروانی بھارت میں بہت مقبول ہے۔

عورتوں کی تعلیم

ہندو معاشرے میں عورت کے انفرادی حقوق نہ ہونے کے برابر تھے۔ عورت مرد کا بچا ہوا کھانا زمین پر بیٹھ کر کھاتی تھی۔ وہ شوہر کی موت پر اس کے ساتھ جل کر مرجاتی تھی۔ شوہر یا باپ کی جائداد میں سے کوئی حصّہ اس کو نہ ملتا تھا۔ تعلیم حاصل کرنے کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ بر خلاف اس کے اسلام نے عورت کا مرتبہ بہت بڑھایا ہے۔ اس کو سب حقوق حاصل ہیں۔ چنانچہ مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں عورتوں کی تعلیم کا بھی انتظام تھا مگر زیادہ تر گھروں پر تعلیم دی جاتی تھی۔ شاہی خاندان میں مسلمان عورتیں علم میں کمال رکھتی تھیں۔ رضیہ سلطانہ، گلبدن بیگم (شہنشاہ بابر کی بیٹی)، نور جہاں (جہانگیر کی ملکہ)، ممتاز محل (شاہجہاں کی ملکہ)، جہاں آرا بیگم (شاہجہاں کی بیٹی) اور زیب النساء (اورنگ زیب کی بیٹی) خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

فنِ تعمیر

ہندوؤں کا فنِ تعمیر بہت پرانا اور دقیانوسی تھا۔ وہ ایسے گھر بناتے تھے، جہاں ہوا اور روشنی کا

خاطرخواہ انتظام نہیں ہوتا تھا۔اس لیے دن میں بھی کمروں کے اندر اندھیرا ہوتا تھا۔ گھروں میں پودے اور درخت لگانے کا رواج ہی نہ تھا۔ ہندو گنبد' محرابیں اور مینار بنانا بھی نہیں جانتے تھے۔ مسلمانوں کا فن تعمیر اس دور میں اپنے عروج پر تھا۔ مسلمان اپنے گھر کھلے اور ہوا دار بناتے تھے۔ عمارتوں کے پتھروں پر لکھائی
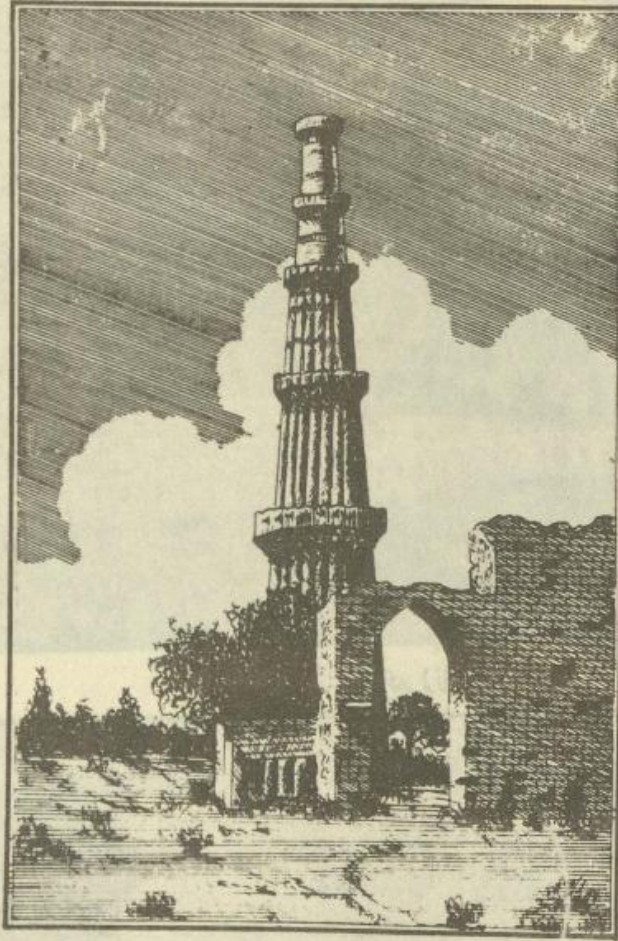
قطب مینار (دہلی)

کا طریقہ بھی مسلمانوں نے جنوبی ایشیا میں رائج کیا۔ خاندان غلاماں کے بادشاہ قطب الدین ایبک نے دہلی میں ایک عالی شان مینار بنوایا۔ التمش نے اس کو مکمل کرایا۔ اس کو قطب مینار کہتے ہیں اس مینار کی پانچ منزلیں ہیں اور اونچائی 258 فٹ ہے۔ یہ اسلامی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ مغلوں نے فن تعمیر کے ایسے ایسے نادر نمونے چھوڑے ہیں جن کو دیکھ کر آج بھی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ دہلی میں ہمایوں کا مقبرہ' لال قلعہ' جامع مسجد' آگرہ میں تاج محل' لاہور کا شالامار باغ' شاہی قلعہ' نورجہاں کا مزار اور جہانگیر کا مقبرہ قابل ذکر ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر نے لاہور میں بادشاہی مسجد بنوائی۔ یہ تمام عمارتیں اسلامی تہذیب و تمدن اور فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہیں۔
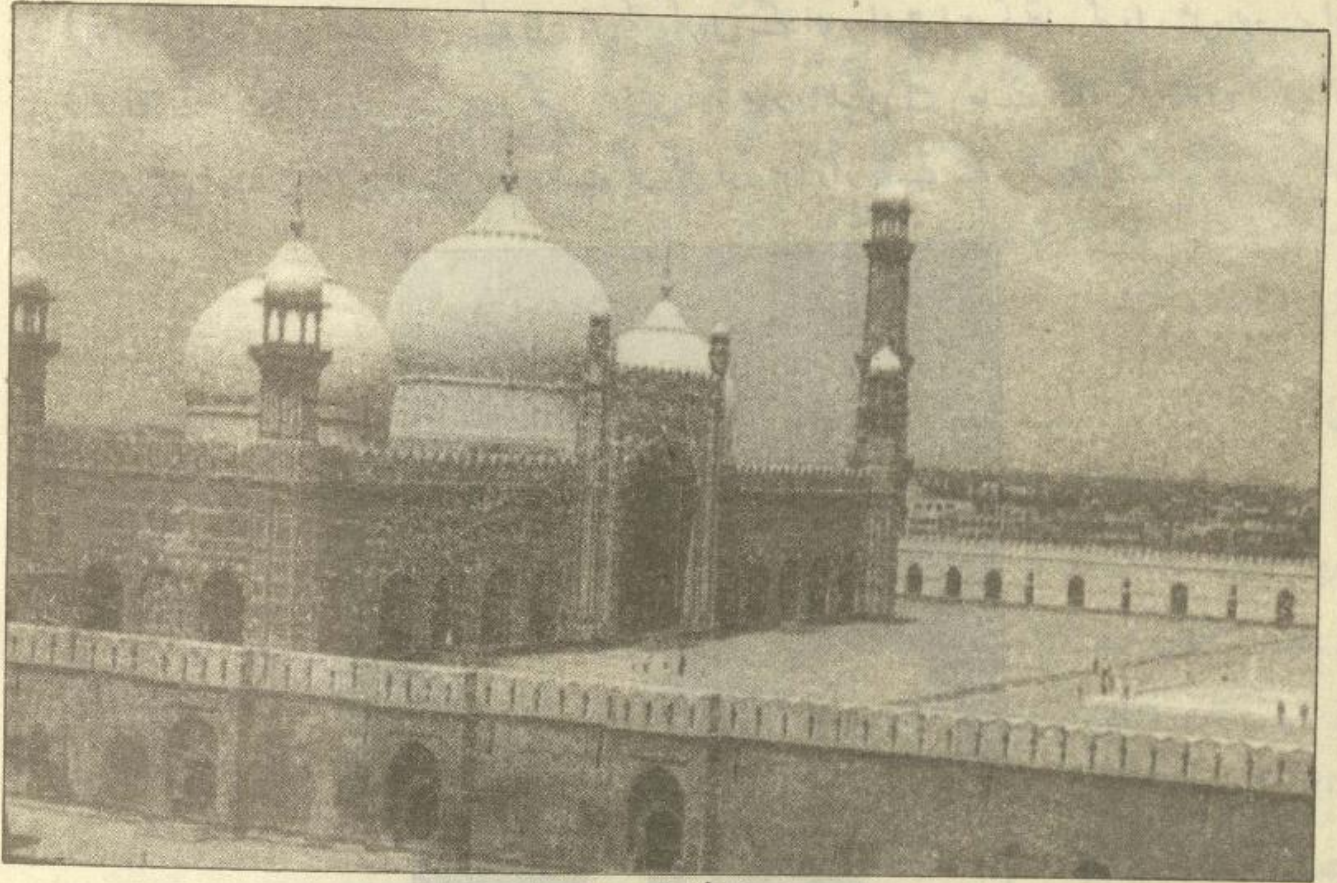
بادشاہی مسجد (لاہور)
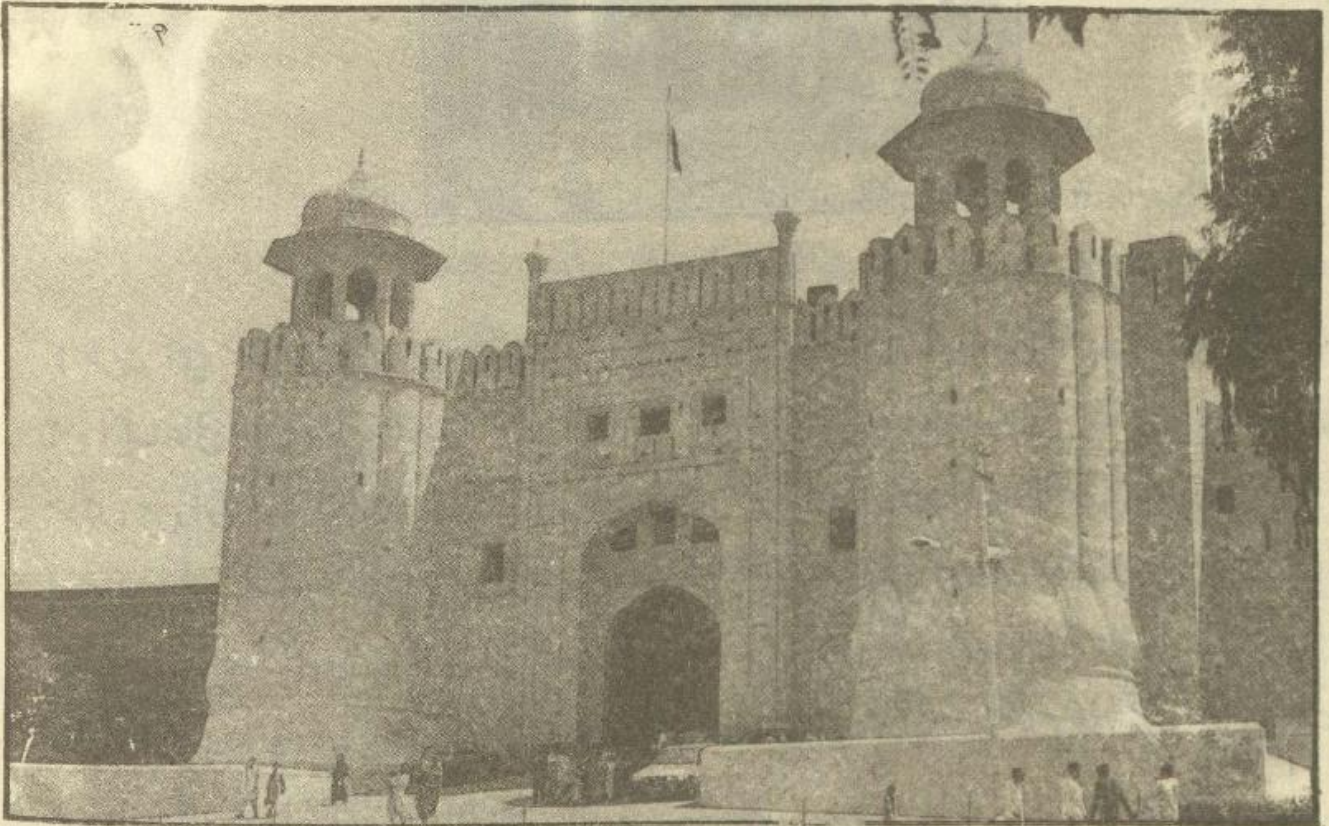
شاہی قلعہ (لاہور)

رہن سہن کے طریقے

اسلامی تہذیب نے جنوبی ایشیا کے لوگوں کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر ڈالا۔ مسلمانوں کے کھانے ہر گھر میں مقبول ہونے لگے۔ کباب، پلاؤ اور زردہ ہر محفل کی زینت بننے لگے۔ گھروں کی سجاوٹ اور آرائش میں اسلامی طرز کو اپنایا گیا۔ ہندوؤں کے گھروں میں دریاں، قالین، پردے اور چلمن نظر آنے لگے۔ پلیٹیں، دستر خوان، لوٹا اور صراحی کا استعمال شروع ہوا۔ جوتے، ٹوپی اور سلے ہوئے لباس کا رواج ہو گیا۔ ہاتھ ملانا اور گلے ملنا بھی مسلمانوں کا طریقہ تھا۔ مکانوں میں جدا مہمان خانے اور گھروں میں عورتوں کے بیٹھنے کا جدا جدا انتظام بھی ہندوؤں نے مسلمانوں سے سیکھا۔ دعوتوں میں مل بیٹھ کر کھانا بھی ہندوؤں کی رسم نہ تھی۔ یہ باتیں اور طریقے جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے ساتھ آئے۔ جنوبی ہند میں حیدر آباد دکن مسلم تہذیب کا خاص مرکز تھا۔ شمالی ہند میں الہ آباد، دہلی، آگرہ، لکھنؤ اور لاہور مسلم تہذیب کے گہوارے تھے۔ بنگال میں بھی اسلامی تہذیب و تمدن کا دور دورہ تھا۔

سوالات

1 ----- مسلمانوں کی آمد سے قبل جنوبی ایشیا کی حالت مختصر بیان کریں۔

2 ----- محمد بن قاسم نے سندھ پر کیوں حملہ کیا؟

3 ----- محمد بن قاسم کو سندھ کے لوگ کیوں پسند کرتے تھے؟

4 ----- جنوبی ایشیا میں اسلام کس طرح پھیلا؟

5 ----- ہندو تہذیب پر اسلامی تہذیب کا کیا اثر ہوا؟

6 ----- دیے گئے جوابات میں سے خالی جگہوں پر درست جوابات لکھیں۔

i --- راجا داہر کی حکومت دیبل سے لے کر --------- تک تھی (ملتان ۔ حیدر آباد ۔ روہڑی)

ii --- منجنیق ایک قسم کی --------- تھی۔ (توپ ۔ تلوار ۔ کمان)۔

iii --- اورنگ زیب --------- کا بیٹا تھا۔ (جہانگیر ۔ اکبر ۔ شاہ جہاں)

iv --- بابر نے ابراہیم لودھی کو --------- کے مقام پر شکست دی ۔ (لاہور ۔ پانی پت ۔ آگرہ)

آٹھواں باب

جنوبی ایشیا میں انگریزوں کی آمد

مسلمانوں نے جنوبی ایشیا پر ایک طویل عرصے تک حکومت کی۔ ان کے دور حکومت میں صنعت و حرفت، زراعت، علم و ادب اور فن تعمیر نے بہت ترقی کی۔ ڈھاکے کی ململ، سوتی کپڑا، قالین، کاغذ سازی، نیل اور گڑ کی صنعت اپنے عروج پر تھی۔ ڈھاکے کی ململ کو یورپ کی عورتیں بڑے فخر سے پہنتی تھیں۔ نیل اور گڑ کی یورپ میں زبردست مانگ تھی۔ اس کے علاوہ جنوبی ایشیا کے گرم مصالحے یورپ میں بے حد پسند کیے جاتے تھے۔ انگریزوں کا ملک صرف آلو، ٹماٹر اور گوبھی پیدا کرتا تھا۔ وہ اپنے اس سادہ سے کھانے کو مزیدار بنانے کے لیے جنوبی ایشیا کا نمک اور گرم مصالحہ استعمال کرتے تھے۔ انگریز اپنے ملک کے بنے ہوئے اونی کپڑے، تالے، چاکلیٹ اور آئینے جنوبی ایشیا میں فروخت کر کے روپیہ کمانا چاہتے تھے۔ اس وجہ سے جنوبی ایشیا کی منڈیوں کا یورپ میں بڑا چرچا تھا۔ جنوبی ایشیا کی پیداواری قوت اور یہاں کی دولت کی وجہ سے اس کو سونے کی چڑیا کا نام دیا جانے لگا۔

انگریز تاجر جنوبی ایشیا کا مال یورپ میں بہت مہنگا فروخت کرتے تھے۔ پہلے پہل یورپ اور جنوبی ایشیا کی باہمی تجارت بحیرۂ روم کے راستے سے ہوتی تھی۔ ترکوں نے پندرھویں صدی میں بحیرۂ روم کا راستہ اہل یورپ کے لیے بند کر دیا۔ یورپ کے تاجروں کے لیے اب جنوبی ایشیا کے تاجروں سے براہ راست مال لینا مشکل ہو گیا۔ نتیجے کے طور پر انگریز تاجروں کو مسلمانوں سے مال خریدنا پڑتا اور اس طرح ان کا نفع کم رہ جاتا۔ دوسری طرف مغربی قومیں مسلمانوں کی ہسپانیہ میں آٹھ سو سالہ دور حکومت میں اچھی خاصی ترقی کر چکی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ مشرقی ممالک یعنی جنوبی ایشیا کے ممالک کی تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ رہے۔ انگریزوں اور پرتگیزیوں نے بڑے بڑے جہاز بنا لیے تھے، جن کی وجہ سے طویل سمندری سفر کرنا بھی ممکن تھا۔ چنانچہ انھوں نے جنوبی ایشیا تک جانے کے لیے کوئی دوسرا راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی۔ 1498ء میں پرتگالی جہازراں واسکوڈے گاما اپنے جہازوں کو افریقہ کے مغربی ساحل کے ساتھ

ساتھ لا کر راس امید پہنچا۔ اس کو ہندوستان کی تلاش تھی۔ یہاں وہ ایک عرب ملاح سے ملا جو ہندوستان کا راستہ جانتا تھا۔ ایک لمبے اور کٹھن سمندری سفر کے بعد جنوبی ایشیا کے جنوب میں واسکوڈے گاما کا جہاز کالی کٹ کی بندرگاہ تک پہنچا۔ کالی کٹ کے ہندو راجہ نے ان کو اپنا مہمان بنا لیا اور انھوں نے وہاں تجارتی کوٹھیاں بنائیں۔ پرتگیزیوں کے بعد ولندیزی (ہالینڈ کے رہنے والے) جنوبی ایشیا میں آئے۔ انھوں نے پرتگیزیوں کو شکست دے کر اپنا اقتدار جما لیا۔ ولندیزیوں کے بعد انگریز جنوبی ایشیا میں آئے اور ولندیزیوں کو مشرق بعید کی طرف چلے جانے پر مجبور کیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام اور کامیابی

جنوبی ایشیا سے تجارت اور وہ بھی سمندری راستے سے کسی ایک انگریز کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ کام اتنا مشکل اور مہنگا تھا کہ حکومت اپنا وقت اور وسائل ضائع کرنا نہ چاہتی تھی۔ لہٰذا چند انگریز تاجروں نے مل کر 1600ء میں تجارتی کمپنی بنائی جس کا نام ایسٹ انڈیا کمپنی رکھا گیا۔ یہ پرائیویٹ کمپنی تھی۔ اس کمپنی کا بنیادی کام جنوبی ایشیا سے تجارت کر کے کمپنی کے حصے داروں کے لیے منافع کمانا تھا۔ اس وقت جنوبی ایشیا میں مغل بادشاہ جہانگیر کی حکومت تھی۔ انگریزوں کا ایک نمائندہ سر تھامس رو مغل بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور کچھ تجارتی مراعات حاصل کر لیں۔ اس کے بعد انگریزوں نے بمبئی، کلکتہ اور مدراس کے قریب کچھ تجارتی کوٹھیاں بنا لیں اور وہاں اپنی کچھ فوج بھی رکھی۔ انھوں نے ولندیزیوں کو جو ان سے پہلے یہاں آ چکے تھے شکست دے کر جنوبی ایشیا سے نکال دیا۔ اس درمیان دولت کے لالچ میں فرانسیسی بھی جنوبی ایشیا میں آ گئے۔ جنوبی ایشیا کی نفع بخش تجارت کے لیے اب انگریزوں اور فرانسیسیوں میں لڑائیاں ہونے لگیں۔ آخر میں فرانسیسی ہار گئے اور جنوبی ایشیا میں ان کا اثر ختم ہو گیا۔ اب اس تجارتی میدان میں صرف انگریز رہ گئے تھے اس لیے انھوں نے بڑی آسانی کے ساتھ جنوبی ایشیا کے جنوبی علاقوں اور بنگال میں اپنی حالت کو مستحکم بنا لیا۔ انگریز تاجروں نے جی بھر کے جنوبی ایشیا سے نفع کمایا۔ جیسے جیسے ان کے قدم جمتے گئے انھوں نے جنوبی ایشیا پر مکمل قبضہ کرنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیے۔

جنوبی ایشیا پر انگریزوں کا قبضہ

بنگال اور میسور

اورنگ زیب عالمگیر کے وقت تقریباً تمام جنوبی ایشیا پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ مگر اس کی وفات

کے بعد مغل حکمراں کمزور ہو گئے اور مغلیہ سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور بہت سے علاقے آزاد ہو گئے۔ ان میں ایک بنگال بھی تھا۔ بنگال میں علی وردی خان نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا نواسہ نواب سراج الدولہ بنگال کا حاکم بنا۔ دوسری بڑی مسلم ریاست حیدر آباد دکن تھی' جو جنوبی ایشیا کے جنوب میں تھی' جس کا نام میسور تھا۔ یہاں کا حکمران حیدر علی تھا۔ سراج الدولہ اور حیدر علی بڑے بہادر' غیور اور محب وطن تھے وہ انگریزوں کے ارادوں کو سمجھتے تھے اور ان کو جنوبی ایشیا سے نکال دینا چاہتے تھے۔

سراج الدولہ اور جنگ پلاسی

انگریز' سراج الدولہ اور حیدر علی کو اپنے لیے بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ اُن دونوں محب الوطن حکمرانوں کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے انھوں نے پہلے بنگال کا انتخاب کیا۔ بنگال

نواب سراج الدولہ

میں انگریزوں کو بہت سی مراعات حاصل تھیں۔ مراعات کا غلط استعمال کر کے انگریز سرکاری خزانے کو بے حد نقصان پہنچا رہے تھے۔ کلکتہ میں جس قلعے میں ان کو رہنے کی اجازت دی ہوئی تھی۔ اس قلعے کی دیواروں اور دمدموں کی مرمت کا کام شروع کرادیا گیا تھا۔ سراج الدولہ نے انھیں سختی سے منع کیا مگر

انگریزوں نے کام بند نہ کیا' بلکہ اور تیز کر دیا۔ انگریزوں کے افسر کلایو نے بنگال کے ہندو سیٹھوں کے ساتھ مل کر سراج الدولہ کے خلاف سازش کی اور اس میں اس کی فوج کے سپہ سالار میر جعفر کو بھی لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے بعد 1757ء میں پلاسی کے مقام پر سراج الدولہ اور انگریزوں کے درمیان گھسان کی لڑائی ہوئی۔ عین لڑائی کے وقت فوج کے سپہ سالار میر جعفر نے غداری کی اور اپنے اعتماد کے فوجیوں کو ساتھ لے کر لڑائی سے الگ ہو گیا۔ اس غداری کے نتیجے میں نواب سراج الدولہ شہید ہو گئے اور اس کی جگہ میر جعفر کو بنگال کا نواب بنا دیا گیا اور آہستہ آہستہ انگریزوں نے خود بنگال کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔

حیدر علی اور ٹیپو سلطان

بنگال سے فارغ ہونے کے بعد انگریزوں نے میسور کے خلاف کارروائی شروع کی۔ حیدر علی بڑا جہاندیدہ سپاہی تھا۔ بہادری اور دلیری اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس نے میسور کی پہلی دو جنگوں میں انگریزوں کو زبردست شکست دی۔ حیدر علی کے انتقال کے بعد اس کا نامور بیٹا فتح علی ٹیپو میسور کا سلطان بنا۔ ٹیپو کا مطلب شیر ہے۔ نوجوان ہونے کی وجہ سے ٹیپو اپنے باپ سے بھی زیادہ نڈر اور دلیر تھا۔ وہ اپنے والد کی طرح جنوبی ایشیا میں انگریزوں کی موجودگی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ مگر والد کی وفات کے بعد وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ انگریزوں نے بڑی مکّاری اور چالاکی سے نظام دکن اور مرہٹوں کو سلطان ٹیپو کے خلاف کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ تینوں فوجوں نے اپنے اپنے علاقے کی جانب سے میسور پر حملہ کر دیا۔ سلطان نے بڑی بہادری کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مگر بنگال کی طرح یہاں بھی ایک غدار میر صادق موجود تھا۔ اس نے قلعے اور فوج کی تمام کمزوریاں دشمن کو بتا دیں۔ اس طرح ٹیپو سلطان سے بھی غدّاری کی گئی۔ ٹیپو سلطان بہادری سے لڑتا ہوا 1799ء میں سرنگا پٹم قلعے کے دروازے پر شہید ہوا۔ سلطان کا قول تھا کہ "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"۔ سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں نے میسور کی ریاست مسلمانوں سے چھین کر ہندوؤں کو دے دی گئی۔

انگریزی حکومت کی توسیع

بنگال اور میسور کی فتوحات کے بعد انگریزوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔ اب ان کو اپنا خواب پورا ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا اس لیے انھوں نے اپنی حکومت میں مزید توسیع شروع کر دی۔ اودھ کے نواب سے صلح

سلطان حیدر علی

ٹیپو سلطان

کر کے کچھ علاقے حاصل کر لیے۔ اس زمانے میں جنوبی ایشیا کے وسطی حصّے اور مغربی ساحل پر پونا کے اردگرد مرہٹوں کی پانچ بڑی ریاستیں تھیں ۔ انگریزوں نے مرہٹوں سے کئی لڑائیاں لڑیں اور آخر میں ان کو بالکل کمزور کر دیا۔ اب وہ اس قابل نہیں رہے کہ انگریزوں کا مقابلہ کر سکیں۔ دکن کے نظام نے ایک بڑی ریاست کا امیر ترین حاکم ہوتے ہوئے بھی انگریزوں کی اطاعت قبول کر لی۔

اس طرح جنوبی ایشیا کے تمام جنوبی و وسطی علاقے اور بنگال و بہار انگریزوں کے قبضے میں آ گئے۔ اب صرف اودھ، دہلی، پنجاب اور سندھ کے علاقے باقی رہ گئے تھے، جن پر انگریزوں کی نظریں لگی ہوئی تھیں تاکہ کسی بہانے سے ان کو ہڑپ کر جائیں۔

سندھ کا الحاق

سندھ میں اس وقت تالپور خاندان کی حکومت تھی۔ سندھ کے تالپوروں نے انگریزوں سے صلح کر لی تھی اور افغانستان کی جنگ میں ان کی مدد بھی کی تھی، مگر انگریزوں نے بلا کسی وجہ کے 1843ء میں سندھ پر حملہ کر کے پورے سندھ پر قبضہ کر لیا اور کچھ عرصے بعد سندھ کو بمبئی کا حصّہ بنا دیا۔

پنجاب کا الحاق

اس زمانے میں پنجاب میں سکھ حکمران رنجیت سنگھ کی حکومت تھی۔ انگریزوں نے اس سے صلح کر لی تھی۔ مگر رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد لارڈ ڈلہوزی نے سکھوں سے لڑائی شروع کر دی۔ سکھوں اور انگریزوں کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں ۔ ان لڑائیوں میں سکھوں کو شکست ہوئی اور انگریزوں نے پورے پنجاب کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

اودھ پر قبضہ

اب صرف نواب اودھ باقی بچا رہ گیا۔ اس کا بہت بڑا علاقہ تو انگریز پہلے ہی دوستی کے نام پر لے چکے تھے۔ لہٰذا بغیر کسی وجہ سے انگریزوں نے اودھ کے آخری نواب واجد علی شاہ کو معزول کر کے پورے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

اس طرح سے 1857ء تک انگریزوں نے پورے جنوبی ایشیا پر قبضہ کر لیا۔ وہ انگریز جو سوداگر بن کر آئے تھے۔ اب پورے جنوبی ایشیا پر قابض ہو چکے تھے۔ انھوں نے ملک گیری میں نہ انصاف سے کام لیا،

نہ اپنے کیے ہوئے معاہدوں کو مانا اور نہ اپنے دوستوں کی دوستی کا خیال کیا بلکہ شروع ہی سے دھوکے اور دغا بازی سے کام لیا۔

شاہ ولی اللہؒ اور سید احمد شہیدؒ کی تحریکیں

انگریزوں کی توسیع پسندی کے نتیجے میں جنوبی ایشیا سے مسلمانوں کا اقتدار قریب قریب ختم ہو گیا تھا۔ ایک طرف مرہٹہ سردار جنوبی ایشیا میں ہندو حکومت قائم کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے اور دوسری طرف انگریزوں کی طاقت روز بروز بڑھ رہی تھی۔ ان حالات میں دو بزرگ عالم دین مدد کے لیے اٹھے اور انھوں نے پھر سے مسلمانوں کو متحد کرنے اور ان کا وقار بلند کرنے کی کوششیں شروع کیں۔ ان دو میں سے ایک بزرگ شاہ ولی اللہؒ تھے۔ شاہ صاحب مسلمانوں کی گری ہوئی حالت کی وجہ سے پریشان تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں میں دینی تعلیم کو عام کرنے سے ان میں زندگی کی نئی لہر پیدا کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا انھوں نے تحریر و تقریر سے مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دی اور انھیں بتایا کہ ان کی نجات صرف اسلام کی راہ پر چلنے میں ہے۔ شاہ صاحب نے افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالی کو پیغام بھیجا کہ وہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی مدد کریں اور ان کو مرہٹوں کے ظلم سے بچائیں۔ اس پر احمد شاہ ابدالی نے جنوبی ایشیا پر حملہ کیا اور مرہٹوں کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے کچل دیا۔

دوسرے بزرگ سید احمد شہیدؒ تھے۔ انھوں نے سکھوں کے خلاف جہاد کا پروگرام بنایا۔ وہ جنوبی ایشیا کے شمالی علاقوں میں اسلامی سلطنت قائم کرنا چاہتے تھے۔ تاکہ مسلمانوں کی زندگی دین کے مطابق ہو اور ان کے تمام قوانین اسلامی ہوں۔ ان دنوں پنجاب اور سرحد میں سکھوں کی حکومت تھی۔ وہ سکھوں کی حکومت پر اس جانب سے حملہ کرنا چاہتے تھے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ چنانچہ سید احمد شہید اپنے مجاہدوں کو لے کر سندھ اور بلوچستان سے ہوتے ہوئے افغانستان پہنچے اور پھر وہاں سے پشاور پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ شروع شروع میں تو انھیں ہر جگہ فتح حاصل ہوئی مگر آخر بالاکوٹ کی لڑائی میں وہ اور ان کے بہت سے ساتھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

1857ء کی جنگِ آزادی

انگریزوں کو اس بات کا پوری طرح احساس تھا کہ انھیں اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو وہ مسلمانوں ہی کی طرف سے ہوگا۔ کیوں کہ انگریزوں نے حکومت کی باگ ڈور مسلمانوں سے چھینی تھی۔ چنانچہ انھوں نے

مسلمانوں کو ہر طرح سے کمزور کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ طاقت ور نہ ہو سکیں۔ ان کی جاگیریں اور جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ ان کی اقتصادی حالت تباہ کر دی گئی۔ اس طرح جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہو گئی۔ مسلمانوں کو بھی اپنی بد حالی اور انگریزوں کے ناروا سلوک کا احساس ہو چلا تھا۔ اس لیے وہ بے چین تھے کہ کس طرح وہ اپنی کھوئی ہوئی آزادی اور حکومت انگریزوں سے واپس لے سکیں۔

انگریزوں کے گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی نے بڑی چالاکی سے جنوبی ایشیا کے کچھ راجاؤں کی ریاستیں عملی طور پر ان سے چھین لی تھیں۔ جن ہندو راجاؤں کی ریاستیں انگریزوں نے چھین لی تھیں وہ بھی انگریزوں سے بد دل ہو چکے تھے۔ اودھ کی مسلم ریاست پر بلا وجہ قبضہ کر کے انگریزوں نے مسلمانوں میں مزید بے چینی پیدا کر دی تھی۔ اصلاحات کے نام سے لارڈ ڈلہوزی کی زیادتیاں بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔ انگریزوں کے حوصلے اتنے بڑھ چکے تھے کہ اب انھوں نے مقامی لوگوں کے مذہبی معاملات میں بھی دخل اندازی شروع کر دی تھی۔ عیسائی مذہب کی اشاعت بہت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ جس سے عام لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ حکومت عیسائی مذہب پھیلانا چاہتی ہے۔ اس زمانے میں ہندوستانی فوج میں بھی بے چینی پائی جاتی تھی جس کی عام وجہ ایک قسم کی بندوق تھی۔ اس بندوق میں کارتوس ڈالنے سے پہلے اس کو منہ سے کاٹنا پڑتا تھا۔ کسی طرح یہ بات مشہور ہو گئی کہ اس کارتوس میں گائے اور سور کی چربی لگی ہوئی ہے۔ اس طرح ہندو اور مسلمان سپاہی آپے سے باہر ہو گئے اور یکایک 1857ء میں میرٹھ میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ دیسی سپاہیوں نے انگریز افسروں کو گولی سے اڑا دیا۔ اس کے بعد وہ دہلی کی طرف بڑھے۔

میرٹھ کے حادثے کے بعد یہ خبر آگ کی طرح جنوبی ایشیا میں پھیل گئی۔ اب فوجیوں کے ساتھ عوام بھی شریک ہو چکے تھے۔ دہلی میں مغلوں کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر حکومت کرتا تھا مگر وہ نام کا بادشاہ تھا اور صرف دہلی میں اس کا حکم چلتا تھا۔ سب لوگوں نے بادشاہ کو محل سے باہر لا کر اس کے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ انگریزوں نے اس کارروائی کو غدر کا نام دیا مگر دراصل یہ جنگ آزادی تھی جو محض اپنی کھوئی ہوئی آزادی کے لیے لڑی گئی۔ اس جنگ کا زیادہ اثر میرٹھ، دہلی، لکھنؤ، جھانسی اور کان پور میں تھا۔ جنگ آزادی کے شروع میں مجاہدین کو اچھی خاصی کامیابی ہوئی۔ مگر یہ کامیابی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ عوام کے پاس راشن اور اسلحے کی بہت کمی تھی۔ نقل و حمل کے لیے ان کے پاس مناسب انتظام نہیں تھا۔ اس کے برعکس انگریزوں کے پاس ہر عسکری چیز کی فراوانی تھی۔ انگریزوں کی فوج کی کمک کے لیے

بہادر شاہ ظفر

جنوبی ہند، بنگال اور انگلستان سے تازہ دم فوج آگئی۔ پنجاب کے سکھوں نے کھل کر انگریز کا ساتھ دیا اور یوں مجاہدین کو جنگ آزادی میں ناکامی ہوئی۔

جنگِ آزادی کے نتائج

جنگِ آزادی ختم ہوتے ہی انگریزوں نے بڑی سختی سے انتقام لینا شروع کیا۔ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کو قیدی بنا کر رنگون بھیج دیا گیا اور ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا۔ غصے کے عالم میں انگریزوں نے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دہلی کے مسلمان علماء کو خاص طور پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ کوئی مسلمان خاندان ایسا نہ تھا جو انگریز کے ظلم سے بچا رہا۔ مسلمانوں کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ ان پر ملازمت کے دروازے بند کر دیے گئے۔ مساجد پر قبضہ کر کے تالے لگا دیے گئے۔ مسلمانوں کی گھریلو دست کاریاں تباہ کر دی گئیں۔ مسلمانوں کی بڑی تعداد انگریزی نہیں جانتی تھی، لہٰذا فارسی کو دفتروں سے نکال کر

انگریزی کو فارسی کی جگہ انگریزی زبان بنا دیا تاکہ مسلمانوں کو سرکاری نوکری نہ ملے۔ یہ سانحہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے لیے بڑا ہی دردناک اور تباہ کن تھا۔ مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کو آگے بڑھایا گیا۔ ان کو سرکاری ملازمتیں دی گئیں اور حکومت ہر طرح ان کی سرپرستی کرنے لگی۔

جنگِ آزادی سے حصولِ آزادی تک

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جنوبی ایشیا کے عوام کچھ عرصہ تک بالکل خاموش رہے۔ اس ناکامی اور خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریزوں کو ایک اور موقع ملا کہ وہ جنوبی ایشیا کے عوام کو اپنی طرف کر سکیں اور یوں ان کی سلطنت اور مضبوط ہو جائے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی جو بالکل نامقبول ہو چکی تھی۔ اس وقت کی ملکہ برطانیہ جس کا نام وکٹوریہ تھا کے فرمان سے ختم کر دی گئی اور اب جنوبی ایشیا پر براہ راست تاجدار انگلستان کی حکمرانی کا آغاز ہوا۔ ملکہ نے عام معافی کا اعلان کیا اور لوگوں کے بہبود کے لیے نئی اصلاحات نافذ کیں۔ ملکہ نے یہ وعدہ کیا کہ اب کوئی انگریز افسر یا انگریزوں کی حکومت دیسی عوام کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی۔ ان اصلاحات کا بھی جنوبی ایشیا کے لوگوں پر اور خاص کر مسلمانوں پر بہتر اثر نہ ہوا۔ انگریزوں اور ہندوؤں کے گٹھ جوڑ سے اعلانات اور وعدوں پر خاص عمل درآمد نہ ہو سکا۔ مسلمانوں کے ساتھ برابر زیادتیاں اور ظلم و ستم ہوتے رہے اور ان کی حق تلفیوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ تعلیم کے پھیلنے اور بے روزگاری کے عام ہونے سے وقت گزرنے کے ساتھ جنوبی ایشیا کے لوگوں میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔ ایک بار پھر ان کے دلوں میں آزادی حاصل کرنے کی خواہش نے جنم لیا اور انھوں نے انگریز سے ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد شروع کر دی۔ ابتدائی دور میں مسلمانوں اور ہندوؤں نے آزادی کے حصول کے لیے ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا مل کر آزادی کے لیے جدوجہد کرنا زیادہ مناسب بھی تھا، مگر جوں جوں وقت گزرتا گیا مسلمانوں کے سامنے حالات کھل کر واضح ہونے لگے۔ مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ ہندو ان کے ساتھ ہرگز مخلص نہیں۔ ان پر یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ انگریز حکمرانوں کے چلے جانے کے بعد ہندو ان کو اپنا غلام بنا لیں گے اور اس طرح مسلمانوں کے لیے آزادی کی بجائے صرف آقا تبدیل ہوں گے۔ غیرت مند مسلمان یہ کیفیت ہرگز برداشت نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ سرسید احمد خان، علامہ اقبالؒ، حسرت موہانی اور دوسرے مسلمان رہنماؤں نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ آزاد اور خود مختار مملکت کی ضرورت پر زور دینا شروع کیا۔ 23 مارچ 1940ء میں لاہور کے مقام پر
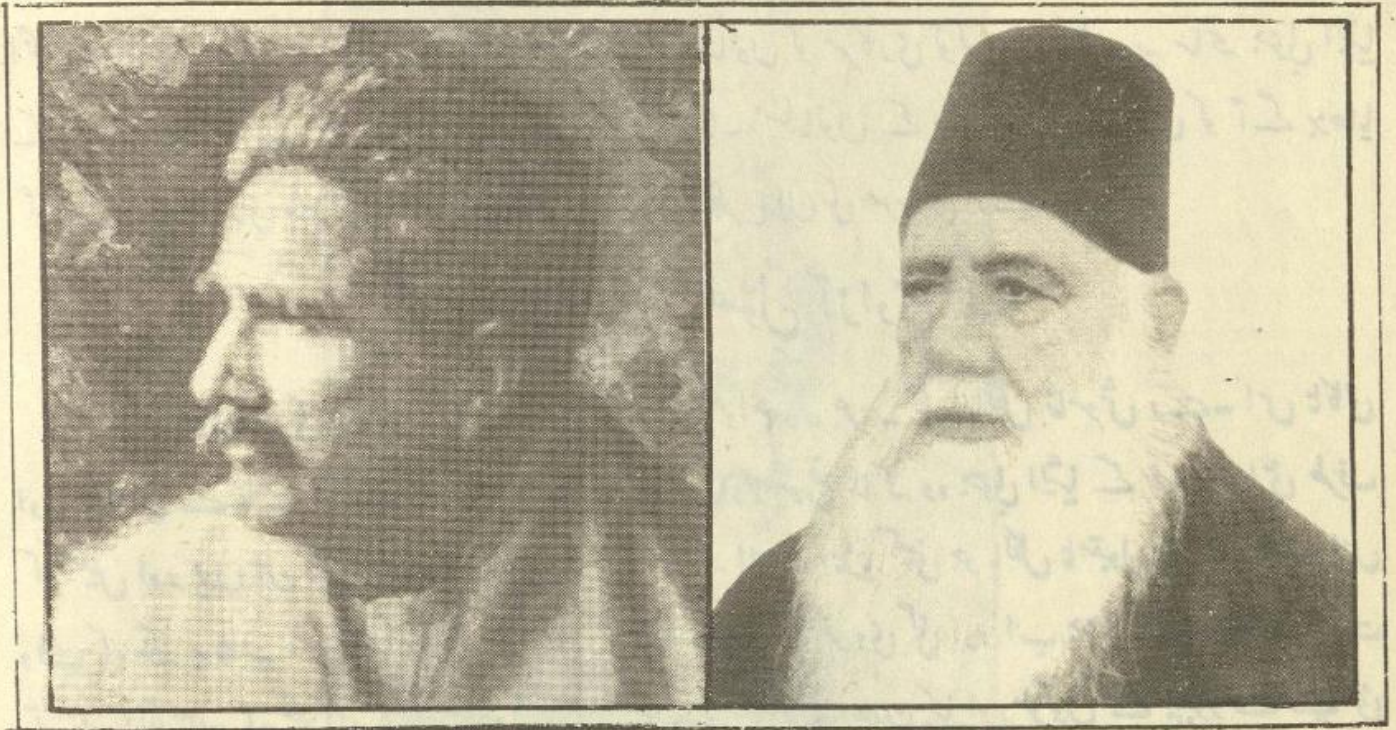
سرسید احمد خانؒ

علامہ اقبالؒ

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں متفقہ طور پر قرارداد لاہور منظور کی گئی اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ جنوبی ایشیا کے تمام مسلم اکثریت
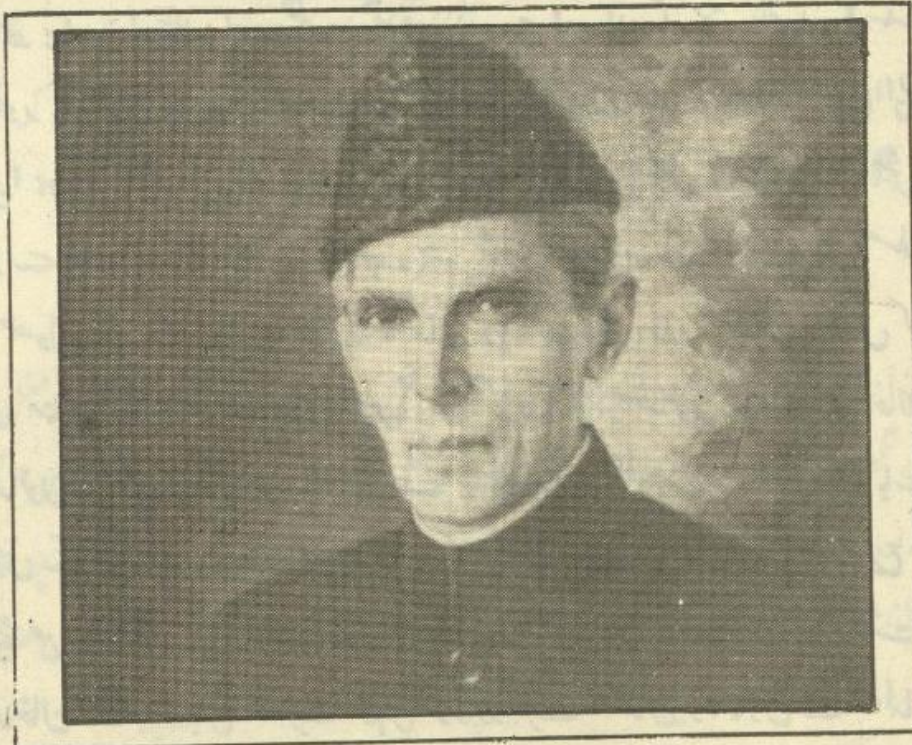
قائد اعظم محمد علی جناحؒ

والے علاقوں کو ملا کر ایک آزاد اور خود مختار ریاست قائم کی جائے۔ اس قرار داد کو قرار دادِ پاکستان بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ قیام پاکستان کا مطالبہ تھا۔ ہندوؤں نے اس مطالبے کی سخت مخالفت کی مگر مسلمانانِ جنوبی ایشیا کی زبردست کوششوں اور قربانیوں نے انگریزوں کو پاکستان کا مطالبہ منظور کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ 14 اگست 1947ء کو پاکستان کے نام سے ایک نئی آزاد مسلم مملکت وجود میں آئی۔

سوالات

1 ------ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام اور کامیابی پر مختصراً نوٹ لکھیں۔

2 ------ جنوبی ایشیا میں انگریزوں کی آمد کا مختصراً حال بیان کریں۔

3 ------ نواب سراج الدولہ اور حیدر علی انگریزوں کو جنوبی ایشیا سے کیوں نکالنا چاہتے تھے؟

4 ------ انگریزوں نے سراج الدولہ کے خلاف کیا سازش کی؟

5 ------ شاہ ولی اللہؒ اور سید احمد شہیدؒ کیا چاہتے تھے؟

6 ------ جنگ آزادی کی کیا وجوہات تھیں؟

7 ------ مسلمانوں کے لیے علیحدہ مسلم ریاست کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟

8 ------ قرار داد لاہور کب اور کہاں منظور ہوئی؟

9 ------ خالی جگہوں کو مناسب جوابات سے پر کریں۔

i --- پرتگالی جہاز جنوبی ایشیا کی بندر گاہ ------------ پہنچے۔

ii --- ایسٹ انڈیا کمپنی ------------ میں قائم ہوئی۔

iii --- ------------ نواب سرج الدولہ کا سپہ سالار تھا۔

iv --- نواب سراج الدولہ اور انگریزوں کے درمیان جنگ ------------ کے مقام پر ہوئی۔

v --- انگریزوں نے ------------ میں سندھ پر بغیر کسی وجہ سے قبضہ کر لیا۔

عملی کام

1 ------ جنوبی ایشیا کے نقشے میں پاکستان کی حدود دیکھیے۔

2 ------ ان رہنماؤں کی تصاویر جمع کر کے البم تیار کریں، جنھوں نے حصول پاکستان کے لیے جدو جہد کی۔

نواں باب

پاکستان میں شہری زندگی

جمہوری حکومت

جمہوری حکومت وہ طرز حکومت ہے جس میں حکمرانی کا حق کسی ایک شخص یا ایک جماعت کا نہیں ہوتا' بلکہ حکمرانی کا اختیار عوام کے منتخب نمائندوں کو دیا جاتا ہے۔ یعنی جمہوریت میں عوام اپنے حکمران کا خود انتخاب کرتے ہیں۔ حکومت کی پالیسیاں بنانے اور اس کا نظم و نسق چلانے میں عوام کا دخل ہوتا ہے اور حکومت عوام کی بھلائی کا خیال رکھتی ہے۔ جمہوری حکومت کے یہ معنی ہیں کہ وہ عوام کی حکومت ہو۔ عوام کے ہاتھوں میں ہو اور عوام کے مفاد کے لیے ہو۔

جمہوریت ۔بمعنی آزادئ اظہارِ رائے

جمہوریت میں ہر شہری کو تحریر و تقریر اور اظہار رائے کی آزادی ہوتی ہے۔ وہ ملک کے داخلی اور خارجی معاملات کے متعلق اپنی ذاتی رائے تحریر یا تقریر کے ذریعے عام لوگوں کے سامنے لا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ملک اور قوم کے مفاد کے خلاف نہ ہو۔ اظہار رائے لوگوں کے اجتماع میں یا کتابوں یا اخباروں کے ذریعے ہو سکتا ہے' اس لیے جمہوری طرز حکومت میں اخباروں اور رسالوں کو پوری آزادی ہوتی ہے' جمہوری حکومت میں اظہار رائے کی آزادی کے علاوہ شخصی آزادی' مذہب اور پیشہ کی آزادی' نقل و حرکت کی آزادی اور معاش حاصل کرنے کی بھی آزادی ہوتی ہے اور حکومت سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتی ہے۔ غرض جمہوریت میں لوگوں کو سکون و آرام میسّر ہوتا ہے۔ دنیا کے زیادہ تر ملکوں میں جمہوری حکومت ہی پسند کی جاتی ہے۔

جمہوری حکومت کس طرح کام کرتی ہے

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ جمہوریت عوام کی حکومت ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ ہر شہری حکومت میں شامل ہوتا ہے۔ حکومت عوام کے چند نمائندے چلاتے ہیں۔ آپ کے اسکول میں طلبہ کی کونسل ہوگی۔ پورے اسکول کے طلبہ اپنی اپنی کلاس سے اپنا نمائندہ منتخب کرتے ہیں اور پھر یہ چند نمائندے پورے اسکول کی طرف سے کونسل کا کام چلاتے ہیں۔ اسی طرح عام شہری ووٹوں کے ذریعے اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ ان سب نمائندوں کی جماعت کو اسمبلی کہتے ہیں، جس میں ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں کے منتخب شدہ نمائندے شریک ہوتے ہیں۔ اس جماعت کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے اور وہ اپنے وزراء کا انتخاب کرتا ہے۔ اس طرح وزراء کی ایک کونسل بن جاتی ہے اور ایک خاص مدت کے لیے حکومت ان کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ اگر کسی وقت منتخب شدہ نمائندوں کی اکثریت حکومت وقت کا ساتھ نہ دے تو وہ حکومت مستعفی ہو جاتی ہے اور نیا انتخاب ہوتا ہے۔ ہر حکومت اپنے ووٹروں سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکتا ہے، عام لوگوں کی رائے کا ہر معاملے میں خیال رکھا جاتا ہے۔ جمہوریت میں عوام کی رائے کو خاص اہمیت حاصل ہے کیوں کہ حکومت کے بننے یا بگڑنے میں عوام کی رائے کا بڑا دخل ہے۔

معاشرتی انصاف اور فلاحی مملکت

معاشرتی انصاف کے یہ معنی ہیں کہ معاشرے کے ہر فرد کے ساتھ ہر معاملے میں انصاف ہوتا ہے۔ معاشرے میں ہر شخص کے حقوق برابر ہیں اور ہر ایک فرد کا یہ حق ہے کہ اس کے ساتھ انصاف ہو۔ ہر فرد کو اس کی صلاحیتوں اور قابلیت کے لحاظ سے ترقی کرنے کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ رنگ، نسل، زبان یا مذہب کی وجہ سے کسی شہری کی ترقی کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ سب ایک نظام عدالت کے تحت ہوں اور قانون کے نظر میں سب برابر ہوں۔ تمام شہریوں کو بحیثیت انسان برابر تصور کیا جائے اور حکومت ان کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔ صحیح قسم کے معاشرے میں سب کے ساتھ برابری کا برتاؤ ہوتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا جاتا ہے۔

خاندان انسانی معاشرے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے بعد محلّے اور شہر آتے ہیں۔ آج کل بہت سے لوگ ایک ساتھ شہروں میں رہتے ہیں۔ انھیں ہر وقت ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے،

اس لیے انھیں مل جل کر رہنا پڑتا ہے۔ اسی کو اجتماعی زندگی کہتے ہیں۔ معاشرے کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ انصاف سے کام لے، یعنی اپنے حقوق حاصل کرنے اور اپنے ذاتی مفاد کے لیے دوسروں کے ساتھ ناانصافی نہ کرے۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہ کرے۔ جس طرح اسے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دوسروں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اسے بھی دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ ہر فرد کے ساتھ محبت، ہمدردی اور انصاف سے پیش آنا چاہیے۔ آپس میں رواداری اور انصاف سے کام لینا چاہیے۔ قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ترجیح دینی چاہیے۔

فلاحی مملکت

ہر دل عزیز حکومت وہی ہوتی ہے جو عوام کی بھلائی اور بہبود کے لیے ہر وقت کوشاں رہے۔ جس مملکت میں لوگوں کی خوشحالی اور فلاح و بہبود کے لیے کام کرنے والی حکومت ہوگی وہ مملکت فلاحی مملکت کہلائے گی۔ فلاحی حکومت ایسے کام کرتی ہے جن سے عام لوگوں کی زندگی آرام اور سکون سے بسر ہو اور ان کی جان و مال، عزت و جائداد کی پوری حفاظت ہو۔ حکومت شہریوں کو زندگی کی تمام ضروری آسائشیں اور سہولتیں فراہم کرنے کے لیے پورے ماحول کو بہتر بناتی ہے۔ فلاحی حکومت اپنے ملک کے تمام وسائل لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرتی ہے۔ ایسی حکومت نظم ونسق اس طرح چلاتی ہے کہ لوگ اسے صحیح معنوں میں اپنی حکومت اور اپنا ہمدرد تصوّر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے ہیں۔ سرکاری افسروں کو لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنے، ان کی مدد کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے کی ہدایت ہوتی ہے۔

فلاحی حکومت میں پوری آبادی کو یکساں ترقی کے مواقع ملتے ہیں اور زندگی کی سہولتیں فراہم ہوتی ہیں۔ صحت و صفائی اور علاج معالجے کا پورا انتظام ہوتا ہے۔ تعلیم کا انتظام اس طرح کیا جاتا ہے کہ لوگوں کے اخلاق و کردار درست ہوں اور وہ بہتر روزگار حاصل کرنے کے قابل بنیں۔ فلاحی مملکت میں لوگوں کو معاش کی پوری آزادی ہوتی ہے۔ وہ جس طرح چاہیں اپنی روزی پیدا کریں۔ جو لوگ محتاج ہوتے ہیں اور اپنی روزی خود پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتے حکومت انھیں امداد دیتی ہے۔

فلاحی مملکت محنت کشوں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے۔ ان کی فلاح و بہبود، حقوق اور صحت کے لیے قانون بناتی ہے۔ سرمایہ داروں اور محنت کشوں کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کے لیے اقدامات

کرتی ہے۔ اسی طرح زراعت پیشہ اور دوسرے پیشوں کے لوگوں کی مدد کرتی ہے۔ غرض فلاحی مملکت ایک ایسی حکومت ہوتی ہے جس میں حکومت کی پوری توجہ لوگوں کی فلاح دبہبود' خوشحالی اور بہتر زندگی کی طرف لگی رہتی ہے۔ پاکستان میں موجودہ حکومت عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ کسانوں اور محنت کشوں کی زندگی بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ تعلیم' روزگار اور علاج معالجے کا بہتر انتظام کیا جا رہا ہے۔

شہریوں کے حقوق و فرائض

شہری کے عام معنی شہر میں رہنے والے کے ہیں' لیکن حقوق و فرائض کے سلسلے میں شہری سے مراد وہ شخص ہے جو کسی ملک میں رہتا ہے' خواہ وہ گاؤں میں رہتا ہو یا شہر میں۔ ہر شہری کے کچھ حقوق اور کچھ فرائض ہوتے ہیں

حقوق ------- شخصی آزادی

ہر شخص کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے عمل اور خیال میں آزاد ہو' بشرطیکہ اس کا عمل دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کا یہ حق ہے کہ وہ آزاد رہے' اسے بلاوجہ نہ پکڑا جائے اور نہ قید کیا جائے' وہ اپنے ملک میں جہاں چاہے جائے اور جہاں چاہے رہے۔ تجارت یا سیر و تفریح یا روزگار کے لیے اسے ہر جگہ جانے کا حق ہے۔ اسی طرح اسے یہ بھی حق ہے کہ وہ اپنی روزی کمانے کے لیے جو پیشہ مناسب سمجھے اختیار کرے۔ البتہ ایسا پیشہ نہ ہو جس سے دوسروں کو نقصان ہو یا اخلاق سے گرا ہوا ہو۔

اظہار رائے اور مذہبی آزادی

ہر شہری کو تحریر و تقریر کی آزادی ہونی چاہیے تاکہ وہ اپنے خیالات کا آزادی سے اظہار کر سکے۔ اخباروں اور رسالوں کو بھی آزادی ہونی چاہیے' لیکن ایسے خیالات کے اظہار کا حق نہ کسی فرد کو ہے نہ اخبار کو' جس سے ملک میں فتنہ فساد پیدا ہو یا کسی کی عزت پر حملہ ہو یا ملک کے مفاد کے خلاف ہو یا لوگوں کے آپس میں جھگڑے کا باعث بنے۔ ہر شہری کو یہ بھی حق ہے کہ وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے اور اس مذہب کے احکامات کے مطابق عبادت کرے لیکن کوئی شہری دوسرے مذہب کی برائی نہیں کر سکتا۔

تعلیم اور صحت

تعلیم ایک بنیادی ضرورت ہے۔ معاشرے کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ ہر شہری کو تعلیم کی سہولت میسّر ہو، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حکومت ہر فرد کے لیے پرائمری ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم تک انتظام کرے۔ عام طور پر ہر فرد کو پرائمری تعلیم دلانا حکومت کا فرض ہے۔ اس کے بعد جیسے ملک کے وسائل ہوں ویسی سہولتیں دی جائیں۔ علاج معالجے کی سہولت حاصل ہونا بھی شہری کا حق ہے۔ مندرجہ بالا حقوق کے ساتھ ساتھ ہر شہری کی کچھ ذمہ داریاں اور فرائض بھی ہیں۔

فرائض ------- قانون کی پابندی، ملک سے وفاداری

ہر شہری کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ مملکت کے قانون کی پوری طرح پابندی کرے اور ملک میں منشیات کی بڑھتی ہوئی لعنت کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرے۔ کسی معاشرے میں صحیح نظم و ضبط اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب ہر کوئی قانون کی پابندی کرے۔ ہر شہری کا دوسرا بنیادی فرض یہ ہے کہ وہ ہر حال میں ملک کا وفادار رہے نہ کبھی خود ملک کے مفاد کے خلاف کوئی کام کرے اور نہ کسی ایسی تحریک میں شامل ہو جو ملک کی وفادار نہ ہو۔ وقت پڑنے پر ملک کی سلامتی اور بقا کے لیے جان و مال کی قربانی سے دریغ نہ کرے۔

دوسروں کے حقوق کا احساس

ایک اچھے شہری کا یہ بھی فرض ہے کہ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے۔ جو حقوق وہ اپنے لیے چاہتا ہے دوسرے بھی ان کے مستحق ہیں۔ کاروبار اور لین دین میں ایمانداری، معاملات میں انصاف اور سرکاری احکام کی پابندی نہایت لازمی ہے۔ کسی معاشرے کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ ہر فرد اپنی ذمّہ داری پوری کرے۔ دوسروں کے حقوق کا خیال کرے۔

طلبہ کے فرائض

طلبہ بھی شہری ہیں، ان کے بھی فرائض ہیں، ذمّہ داریاں ہیں۔ جب تک تعلیم حاصل کر رہے ہوں ان کا پہلا فرض یہ ہے کہ پوری توجہ سے اپنی تعلیم مکمل کریں۔ چھٹیوں یا فارغ وقت میں قومی کام انجام دیں۔ مثلاً تعلیم بالغان یا ہلال احمر کے کاموں میں حصہ لیں، شہری دفاع کی تربیت حاصل کریں۔ آفت زدہ لوگوں کے لیے سامان اور چندہ جمع کریں۔ اساتذہ اور بزرگوں کا احترام کریں۔ عام شہریوں کی طرح ملک

کے قوانین کی پابندی کریں اور ملک کے وفادار رہیں۔

معاشرے میں فرد کا کردار

کوئی فرد تنہا زندگی نہیں گزار سکتا۔ اس کو دوسروں کے ساتھ رہ کر اپنی ضروریات پوری کرنی ہوتی ہیں۔ یہ صورت زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے۔ جہاں کہیں انسان آباد ہیں وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتے ہیں۔ ہر فرد کی ضروریات ایسی ہیں کہ وہ اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ اجتماعی زندگی بہت سے لوگوں کے ایک ساتھ رہنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے سے بنتی ہے۔ یعنی ہر ایک فرد معاشرے کا اہم جزو ہے اور اس کو سب کے ساتھ مل کر رہنا ضروری ہے۔ جب تک وہ معاشرے یا سوسائٹی کا ایک رکن ہے اس وقت تک اس کی اہمیت ہے۔ علیحدہ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہمارے مشہور فلسفی شاعر علامہ اقبالؒ نے کہا ہے:

"فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں"

یعنی جب تک وہ قوم کا فرد بن کر رہتا ہے وہ سب کچھ ہے۔ علیحدہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

کسی معاشرے کی بہبود کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اپنی ذمّے داریاں پورے طور پر ادا کرے۔ ہر فرد کی سیرت و کردار اعلیٰ اخلاقی معیاروں کے حامل ہوں۔ ایسی صورت میں معاشرہ بہتر بنتا ہے۔ ملک ترقی کرتا ہے۔ اس کے برخلاف صورت میں ملک کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔

معاشرے کا ہر فرد آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنا اور ترقی کرنا چاہتا ہے، لیکن کسی اچھے معاشرے میں کوئی فرد اپنی ترقی اور بھلائی کے لیے دوسروں کا حق نہیں چھینتا بلکہ ہر وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتا ہے۔ نہ کسی کے ساتھ زیادتی کرتا ہے اور نہ اپنی کسی حرکت سے دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ان ذمے داریوں کو پوری تندہی سے انجام دیتا ہے جو اس پر معاشرے یا اجتماعی زندگی کی طرف سے عائد ہوتی ہیں۔ ہر فرد کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اعلیٰ کردار اور نیک سیرت کی بدولت معاشرے کی بہبود کا باعث ہے اور اس کے لیے وہ کوشاں رہے۔ معاشرے کے ہر فرد کی عزت اور پیشوں کی عزت لازمی ہے۔ قوم کے افراد ایک خاندان کے افراد کی طرح مل جل کر رہیں۔ نوجوانوں میں نشے کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو روکنا بھی ہر فرد پر لازم ہے۔

قانون اور آزادی

آپ جانتے ہیں کہ جمہوری حکومت میں لوگوں کو بڑی آزادیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ان کی جان و مال

کی حفاظت ہوتی ہے۔ مگر ان تمام آزادیوں کا یہ مطلب نہیں کہ ہر فرد جو چاہے کرے، کوئی اس کو کسی بات سے منع نہیں کر سکتا یا باز پرس نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہو تو پھر معاشرے کا تمام نظام ہی درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ اس لیے ہر فرد کو صرف اس حد تک آزادی ہوتی ہے جس حد تک وہ ملک کے قوانین اور دوسرے لوگوں کے حقوق کے خلاف کام نہیں کرتا۔ قانون کی حدود کے اندر رہ کر جو عمل کرے، وہی اس کی آزادی ہے۔

بعض لوگ اپنی ذمہ داریاں محسوس نہ کرتے ہوئے حکومت یا معاشرے کے خلاف کام کرتے ہیں اور ملک کے نظم و نسق کو بگاڑتے ہیں، اس لیے ہر ملک میں وہاں کے حالات کے مطابق قانون بنائے جاتے ہیں اور لوگوں سے ان کی پابندی کرائی جاتی ہے۔ قانون سے ہر شخص کو معلوم ہوجاتا ہے کہ معاشرے کے اندر رہتے ہوئے لوگوں کے باہمی تعلقات کیسے ہونے چاہییں اور انھیں حکومت سے کیسی امید رکھنی چاہیے۔ قانون ہر شخص پر کچھ پابندیاں عاید کرتا ہے تاکہ کوئی شخص اپنی آزادی کا ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور دوسروں کے حقوق اور آزادی کو پامال نہ کرے۔ قانون ہی لوگوں کی آزادی کی حفاظت کرتا ہے اور اسی کے ذریعے لوگوں کو انصاف ملتا ہے اور یہی حکومت کو مستحکم کرتا ہے، لوگوں کو چین و آرام کی زندگی گزارنے کا موقع دیتا ہے۔ اس لیے ہر شہری کا فرض ہے کہ اپنی آزادی کے ساتھ ملک کے قانون کا پورا احترام کرے۔

قانون کی پابندی کرانے کے لیے ہر ملک میں عدالتیں کام کرتی ہیں اور ملک کے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے کو سزائیں دیتی ہیں۔ قوانین عام طور پر دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک وہ جو جائداد، روپے کے لین دین یا شہری حقوق سے متعلق ہوتے ہیں۔ انھیں "دیوانی" قوانین کہا جاتا ہے۔ دوسرے قوانین وہ ہیں جو مار پیٹ، قتل، لوٹ مار، چوری، ڈکیتی کی روک تھام کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ انھیں "فوجداری" قوانین کہا جاتا ہے۔

قانون آزادی کی حدود مقرر کرتا ہے۔ آزادی کا صحیح استعمال اس وقت ہوتا ہے جب ان حدود کا خیال رکھا جائے، اس لیے آزادی اور قانون کا باہمی بڑا گہرا تعلق ہے۔ قانون کے بغیر آزادی معاشرے کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے، اس لیے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ قانون کی پابندی کرے اور اپنے عمل کی آزادی کو قانون کے دائرے کے اندر رکھے۔

سماجی بہبود کے ادارے

اچھی حکومتیں اپنے شہریوں کی بھلائی کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ ہماری حکومت بھی اپنے شہریوں کی سماجی بہبود کو اہمیت دیتی ہے۔ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومتوں نے محکمے قائم کر رکھے ہیں جو صحت اور سماجی بہبود کی وزارت کے تحت کام کرتے ہیں۔ سماجی بہبود کے اداروں کی نگرانی، ان کی رہبری اور مالی مدد کے لیے قومی سماجی بہبود کونسل اور صوبائی سماجی بہبود کونسلیں قائم کی گئی ہیں۔

حکومت کی کوششوں کے علاوہ بعض نیک دل اور فیاض لوگ رضاکارانہ طور پر سماجی بہبود کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ سماجی بہبود کے ادارے ناداروں، بچوں، عورتوں اور مردوں کی بھلائی کے لیے ہر ممکن خدمت انجام دیتے ہیں۔

معذور بچوں کی بہبود کے ادارے

بعض بچے پیدائش کے وقت سے کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں یا بچپن سے کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو انھیں ہمیشہ کے لیے جسمانی طور پر بے کار کر دیتی ہے۔ ایسے بچوں کو معذور بچے کہتے ہیں۔ جو ادارے ایسے بچوں کے علاج اور تربیت کے لیے قائم کیے جاتے ہیں انھیں "معذور بچوں کے مراکز" کہتے ہیں۔ ان اداروں میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ بچوں کی جسمانی اور ذہنی کمزوری دور ہو جائے اور وہ عام بچوں کی طرح زندگی بسر کر سکیں۔ ان کا ضروری علاج معالجہ بھی کیا جاتا ہے۔ ایسے مراکز پشاور، کراچی، حیدر آباد، راولپنڈی اور لاہور میں ہیں۔ انھیں صوبائی سماجی بہبود کونسل کی طرف سے امداد دی جاتی ہے۔

لاوارث بچوں اور کم عمر مجرموں کی بہبود کے ادارے

لاوارث اور یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے بھی ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ ایسے ادارے زیادہ تر نجی تنظیمیں چلاتی ہیں۔ ان اداروں میں یتیم اور لاوارث بچوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ ان کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے، انھیں دستکاری سکھائی جاتی ہے اور انھیں اپنا روزگار کمانے کے قابل بنایا جاتا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں ایسے ادارے قائم ہیں۔ ان کے اخراجات نجی طور پر چندہ لے کر یا حکومت سے مدد لے کر پورے کیے جاتے ہیں۔

کم عمر مجرموں کے لیے بھی ادارے قائم ہیں۔ ایسے اداروں میں کوشش کی جاتی ہے کہ کم عمر مجرموں کی خراب عادتیں دور ہو جائیں اور وہ معاشرے کے ایک مفید رکن کی حیثیت سے بہتر زندگی گزار سکیں۔

نابینا، گونگے اور بہروں کے مراکز

جو لوگ پیدائشی طور پر یا اس کے بعد گونگے، بہرے یا نابینا ہو جاتے ہیں ان کی دیکھ بھال اور تربیت کے ادارے بھی رضا کارانہ طور پر ملک کے مختلف شہروں میں قائم کیے گئے ہیں۔ ان اداروں میں معذور لوگوں کی تربیت اور بہبود کا انتظام کیا جاتا ہے اور انھیں دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے۔ اگر ایسے لوگوں کے لیے ایسے معقول انتظامات نہ ہوں تو معاشرے پر بوجھ بن جائیں۔

اسکاؤٹس اور گرل گائیڈز

بچّوں کو سماجی خدمت کے لیے تیار کرنے اور اپنے کردار درست کرنے کی تربیت دینے کے لیے ایک خصوصی ادارہ کام کر رہا ہے جسے بوائے اسکاؤٹس ایسوسی ایشن کہتے ہیں۔ اسکاؤٹس تحریک سماجی بہبود اور بھلائی کے لیے ایک قسم کی تربیت ہے جو خصوصی طور پر اسکول کے لڑکوں اور لڑکیوں کو دی جاتی ہے۔ اس تربیت کے لیے تعلیمی اداروں میں لڑکوں کو اسکاؤٹس اور لڑکیوں کو گرل گائیڈز بنایا جاتا ہے۔ چھوٹے بچّوں کو جن کی عمر بارہ سال سے کم ہو کبز (CUBS) اور کم عمر بچّیوں کو بلیو برڈز (BLUE BIRDS) کہا جاتا ہے۔ ان سب کو یہ تربیت دی جاتی ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں، استادوں اور بزرگوں کی عزّت کریں۔ دوسروں کی مدد کریں، ملک کے وفادار رہیں اور ہر برائی سے بچیں۔ انھیں جسمانی تربیت بھی دی جاتی ہے تاکہ وہ تندرست رہ کر اپنی ذمّے داریاں پوری کر سکیں۔ اسکاؤٹس اور گرل گائیڈز ایک خاص قسم کی وردی پہنتے ہیں جس میں وہ بڑے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ اسکاؤٹس اور گرل گائیڈز کی تربیت یقیناً ذمہ دار شہری پیدا کرنے میں مدد کرتی ہے۔ اس لیے لڑکے اور لڑکیوں کے لیے یہ تعلیم بے حد ضروری ہے۔

ہلالِ احمر

ہلالِ احمر خدمت کا ایک ایسا بین الاقوامی ادارہ ہے جو آفاتِ خداوندی یا جنگوں کی وجہ سے مصیبت زدہ لوگوں کی بے لوث خدمت کرتا ہے۔ یہ ایک رضا کارانہ تنظیم ہے جو نیک دل اور مخیّر افراد کے عطیات سے یورپ کے ایک ملک سوئٹزر لینڈ میں وجود میں آئی۔ غیر مسلم ممالک میں اس تنظیم کو "انٹرنیشنل کمیٹی آف دی ریڈ کراس" (I.C.R.C) اور مسلمان ملکوں میں اسے "ہلالِ احمر" کہا جاتا ہے۔

ممالک کے درمیان لڑائی جھگڑوں میں زخمی سپاہیوں کے علاج معالجے کا مناسب بندوبست کرنے کے علاوہ یہ ادارہ جنگی قیدیوں کی خبرگیری کرتا ہے اور اپنے اپنے ملک کو ان کے تبادلے کا انتظام کرتا ہے۔

ناگہانی آفات مثلاً زلزلے، سیلاب، قحط سالی یا وبائی امراض کی صورت میں بھی یہ ادارہ آفت زدہ لوگوں کی امداد کرتا ہے اور ان کی ضروریات کے لیے دوائیاں، کھانے پینے کی اشیاء، کمبل، خیمے اور نقد عطیات وغیرہ مہیا کرتا ہے۔

دنیا کے تقریباً سارے ممالک اس ادارے کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے نقد اور جنس کی صورت میں عطیات دیتے ہیں۔ اس ادارے کی خدمات بلاامتیاز مذہب، نسل، قوم ہر آفت زدہ طبقے کے لیے وقف ہیں۔

عورتوں کی سماجی بہبود کے ادارے

عورتوں کی فلاح اور سماجی بہبود کے لیے بھی ادارے ہیں جہاں سماجی بہبود کی کونسل کے زیر نگرانی لاوارث عورتوں کی رہائش اور تعلیم و تربیت کے لیے مناسب انتظام کیا جاتا ہے۔ غریب لڑکیوں کے لیے جہیز کی فراہمی اور بعض اوقات شادی کے سارے اخراجات عورتوں کی سماجی بہبود کے ادارے برداشت کرتے ہیں۔

اپوا (APWA)

پاکستان میں خواتین کی سماجی بہبود کا ایک بڑا ادارہ ہے جسے اپوا کہتے ہیں۔ اپوا چار انگریزی الفاظ "آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن" کے پہلے حروف کو یک جا کر کے بنا ہے۔ اردو زبان میں اسے "کل پاکستان انجمن خواتین" کہا جاتا ہے۔ اس ادارے کا صدر دفتر کراچی میں ہے اور ایک شاخ لاہور میں ہے۔ یہ ادارہ خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے تعلیمی اور سماجی خدمات وسیع پیمانے پر انجام دے رہا ہے۔ اس نے ضرورت مند عورتوں کی ہر طرح مدد کی ہے ملک میں کسی ناگہانی آفت یا جنگ کے زمانے میں اپوا ضروری سامان جمع کرنے اور مہیا کرنے میں بڑی تندہی سے خدمات انجام دیتی ہے۔

آپ نے مختلف سماجی بہبود کے اداروں کا حال پڑھا۔ معاشرے کے ہر فرد کو معاشرے کی بہبود کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ آپ اپنے ضرورت مند بھائیوں کی جو خدمت کر سکتے ہوں اس سے ہرگز دریغ نہ کیجیے۔

سوالات

1 ----- فلاحی مملکت سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟

2 ----- ایک شہری کے فرائض بتائیے۔

3 ----- بحیثیت طالب علم آپ کے کیا فرائض ہیں؟

4 ----- کوئی سے چار سماجی اداروں کے نام اور کام لکھیے۔

5 ----- خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کریں۔

i ---- جمہوریت میں ہر شہری کو ------------- اور اظہار رائے کی آزادی ہوتی ہے۔

ii --- عام شہری اپنے ----------- کے ذریعے اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔

iii --- قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر ----------- دینا چاہیے۔

iv --- فلاحی مملکت میں پوری --------- کو یکساں ترقی کے مواقع ملتے ہیں۔

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جامشورو سندھ

منظور شدہ: محکمۂ تعلیم حکومت سندھ۔ بطور واحد نصابی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ

قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ

قومی ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشورِ حسین شاد باد
تو نشانِ عزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظام قوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم، ملک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مراد

پرچم ستارہ و ہلال رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال جانِ استقبال
سایۂ خدائے ذوالجلال
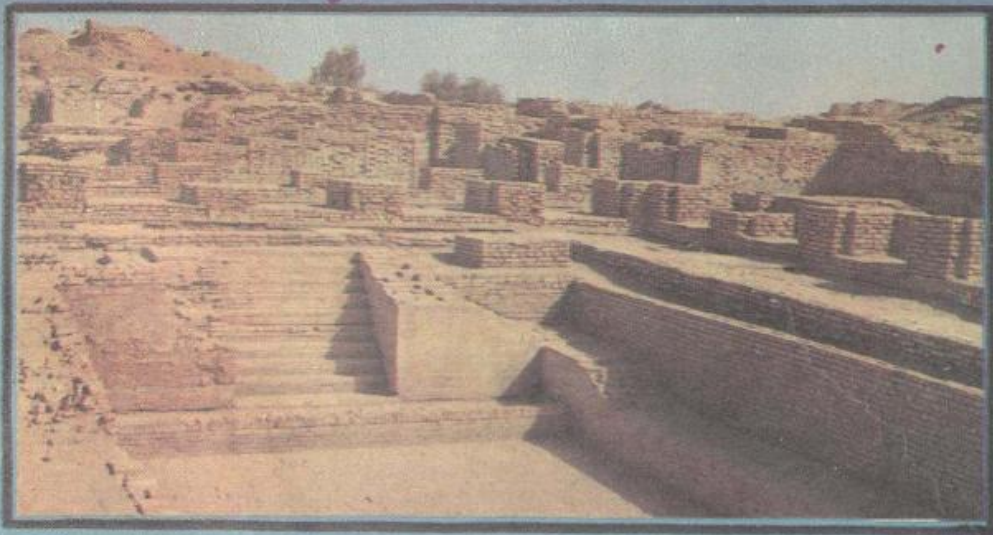
پبلشرز کوڈ نمبر: ایس ٹی بی ۱۷ سیریل نمبر 13164

ماہ وسال اشاعت	تعداد اشاعت	ایڈیشن	قیمت
مارچ سنہ ۲۰۰۰ء	۵۰,۰۰۰	اوّل	[illegible]